قاضی محمد سلیمان منصورپوری رحمۃ اللہ علیہ

تنظیم الدعوۃ الی القرآن والسنۃ

خصائص القرآن

از فاضلِ یگانہ

علامہ قاضی محمد سلیمانؒ صاحب سلمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

تنظیم الدعوۃ إلی القرآن والسُّنہ گوالمنڈی۔ راولپنڈی

خصائص القرآن

مولف : ------------ علامہ قاضی محمد سلیمانؒ

کمپوزنگ : ------------ مشتاق حسین

تعداد : ------------ (دوسرا ایڈیشن) 1100

ناشر : ------------ تنظیم الدعوۃ إلی القرآن والسنہ گوالمنڈی۔ راولپنڈی

فہرس

قرآن کریم وہ پاک کتاب ہے جسے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ''کلام اللہ'' بتا کر اپنی زبان مبارک سے حرفاً حرفاً سنایا۔ لہٰذا سیرت نگار نبوی کا فرض ہے کہ قرآن مجید کے متعلق بھی ضروری مباحث کو سیرت نبوی کے ساتھ ساتھ پیش کرے، رحمتہ للعالمین کی جلد اول میں بھی اس مبحث پر چند اوراق پیش کئے جا چکے ہیں۔ اب اس اختصار سے کچھ آگے بڑھ کر چند مبحث ہدیہ ناظرین کئے جاتے ہیں:

قرآن پاک کے نام بھی اسماء اللہ الحسنٰی کی طرح (۹۹) تک پہنچ گئے ہیں۔ لیکن سب سے زیادہ خاص اس کا نام ''کلام اللہ'' ہے اور سب سے بڑھ کر مشہور اس کا نام ''القرآن'' ہے۔

امام ابن القیم رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''المشوق الی علوم القرآن'' میں تحریر فرمایا ہے کہ لفظ قرآن ''قراۃ الحوض'' سے ماخوذ ہے، جو حوض پانی سے لبالب لبریز ہوتا ہے، اسے قراۃ الحوض کہا کرتے ہیں۔ چونکہ قرآن پاک جملہ علوم پر محتوی اور عرفان تام کا ظرف اور حقائق اصلیہ سے پر ہے اس لئے اس کا نام قرآن ہوا۔ اب ذیل میں متعدد عنوانات کے ساتھ چند مباحث پیش کئے جاتے ہیں۔

ضرورت قرآن:

قرآن مجید کی ضرورت معلوم کرنی ہو تو سب صاحبان کو اس زمانہ کی تاریخ اور صفحۂ عالم کی حالت پر غور کرنا چاہیے۔ ایران کے مجوس کا سراپا شرک کی نجاست میں غرق ہونا۔ اور احاطۂ انسانیت سے نکل کر سگی ماں، بیٹی، بہن سے ازدواج جائز و مباح سمجھ لینا۔

روما چرچ کے عیسائیوں کا صریح بت پرستی میں مبتلا ہو کر اس مشرکانہ عقیدہ کی ترویج میں لاکھوں بندگانِ خدا کا خون پانی کی طرح بہانا۔

چین کا قبر پرستی اور بھوت پریت کی عبادت میں محو ہو جانا، اور پھر خود کو آسمانی فرزند کہلانے کا مستحق قرار دینا۔

ہند کا فسق و فجور میں پڑ کر زنا و شراب کو بہترین افعالِ انسانی قرار دینا۔ مرد و عورت کی برہنگی کے اعضاء کی تمثالوں کو شب شِو والوں میں قائم کرنا، دختر کشی اور قمار بازی کو شرافت کا نشان قرار دینا۔

عرب کا بعض صفات بالا میں اکثر ممالک سے بڑھ جانا۔

الغرض تمام معمورۂ عالم پر سخت تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ اوران ضلالتوں کے دور کرنے میں وہ کتابیں جو دنیا میں پہلے سے نازل شدہ تھیں ناکافی ثابت ہو چکی تھیں۔

ان کا تمام عالم کے بگڑے ہوئے آوے پر تو کیا اثر ہوتا۔ کہ خود اسی کی قوم (جس میں اس کتاب کا نزول ہوا) دائرہ اطاعت میں نہ رہی تھی اس لیے ضرورت تھی، ایک ایسی مہیمن کتاب کی جس میں تمام عالم کی اصلاح کی طاقت اور تمام کتابوں کو اپنے اندر جمع کر لینے کی قابلیت اور بلحاظ اپنی مجموعی شان کے دیگر اوراقِ پریشان سے دنیا بھر کو مستغنی کر دیتی۔

ہاں! جس طرح سخت گرمی اور حبس کے بعد بارانِ رحمت کا نزول ہوتا ہے، جس طرح رات کی تاریکی کے بعد خورشید عالم افروز طلوع فرماتا ہے، اسی طرح تمام دنیا پر پھیلی ہوئی ظلمتِ مظلمہ ہی نے قرآنِ مجید کے نورِ مبین کی ضرورت کو افرادِ عالم کے دل و دماغ میں ثابت و محسوس کرا دیا تھا۔

لہٰذا اُسی رحمتِ ربّانیہ نے جو انسان کو عدم سے وجود میں لانے اور نطفہ سے انسان کامل بنانے میں کارفرما ہے، ہماری روحانی ضرورت کے لئے اس نورِ ہدایت کو نازل فرمایا۔

بدبختی سے ہند میں ایسا فرقہ بھی پیدا ہو گیا، جو رب کریم کو ارحم الراحمین تو مانتا ہے، مگر پھر بھی اسے کلامِ الٰہی کے دنیا میں نازل ہونے کی ضرورت سے انکار ہے، یہ کور سواد تسلیم کرتے ہیں کہ اُس نور السمٰوٰت والارض نے اگر آنکھ کو بینائی دی ہے تو دیکھنے کے لیے ان گنت رنگتیں بھی بنائی ہیں۔

اگر کان کو شنوائی ملی ہے تو سننے کے لئے بھانت بھانت کی آوازیں بھی پیدا کی

ہیں۔ پاؤں چل سکتا ہے تو اس کی جولانی کے لئے فرشِ زمیں کی ہموار ناہموار راہیں بھی نکال دی ہیں۔ منہ کھا سکتا ہے تو ذائقہ کے واسطے میٹھے، سلونے (نمکین)، کھٹے، پھیکے کھانے بھی مہیا کئے ہیں، یعنی جس قدر حواس ظاہری اور قوئ باطنی جسم انسان میں پائے جاتے ہیں، ان کے متعلق ایک ایک جداگانہ عالم بھی پیدا کیا گیا ہے۔

مگر ان کو اب بھی سخت انکار ہے کہ روحِ انسانی کے لئے (جو فطرتِ انسانی کی خزینہ دار اور اس کی مملکت کی حکمران ہے) کوئی جداگانہ عالم موجود ہو، اگر یہ لوگ روح کا انکار کر دیتے تو ان کی حالت پر اتنا افسوس نہ ہوتا لیکن روح کا اقرار اور رحمتِ الٰہیہ کی جانب سے اُس کے لیے عالمِ خاص کا انکار قطعاً اسرارِ فطرت سے عدم آگاہی پر مبنی ہے، خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا۔

ضرورت قرآن حمید کے ثبوت میں ہم دنیا کے سامنے دنیا کی تاریخ رکھ دیتے ہیں۔

نیز اُن تمام ترقیات کو جو دنیا کے ہر ایک مذہب نے نزول قرآن مجید اور اشاعت کتابِ حمید کے بعد اپنے اپنے عقائد اور اصول میں کی ہیں۔ اور ان تمام اصلاحات کو بھی اپنی دلیل میں پیش کرتے ہیں۔ جو غیر مسلم اقوام نے اس ۱۳۵۳ سال کی مدت رسالتِ محمدیہ ﷺ میں تعلیم قرآن سے استفادہ کرتے ہوئے اپنے اپنے مذہب اور مسلک میں داخل کر لی ہیں۔

ان ترقیات و اصلاحات کے ازمنہ ارتقا کی تاریخ معلوم کرنے کے بعد امید قوی ہے کہ ہر ایک منصف کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ فی الواقع معمورۂ عالم کو قرآن مجید کے نزول کی سخت ضرورت و احتیاج تھی۔

فصاحت و بلاغتِ قرآن:

اگر کسی کو فصاحت و بلاغتِ قرآنی کا اندازہ کرنا ہو تو اسے یاد رکھنا چاہیے کہ اس کام کے لئے زبان کامل کی ضرورت ہے۔ اور علم معانی و بیان و بدیع میں اعلیٰ درجہ کی مہارت کا

ہونا لازمی ہے، اور پھر فہم سلیم وطبع ہموار کی شرط لابدی ہے۔ اگر یہ آنکھیں، یہ عینک، یہ دوربین کسی کو مل جائے تو وہ بے اختیار بول اٹھے گا، کہ قرآنِ عظیم کی فصاحت و بلاغت طاقتِ بشری سے بالاتر ہے۔

جہلائے عرب شیدائی زبان اور فدائی حسن بیان تھے، اور اسی وجہ سے وہ اسالیبِ غریب وقصائدِ عجیب کے مالک، رجز فاخرہ واسجاع موجزہ اور خطب بلیغہ کے انشاء پر قادر تھے۔

صرف اسی قابلیت کے وجود نے بڑے بڑے زبان آوروں، خطیبوں اور شاعروں سے منوادیا تھا کہ قران کلامِ بشر نہیں۔

ذرا غور کرو، دنیا کے کسی ملک میں کبھی ایسا ہوا ہے کہ کسی شخص نے کوئی ایسا دعویٰ کیا ہو جو دنیا بھر سے نرالا اور فائق تر ہو (جیسے خاتم النبین، رسول کافتہ الناس، رحمتہ للعالمین مطاع عالم کے اعلا سے نمایاں ہے) اور ثبوت دعویٰ میں ایک تصنیف کو پیش کر دیا ہو، اور اسی کو اپنے صدق و کذب کا معیار ٹھہرایا ہو۔ اور اس دعویٰ کے انکار کرنے والوں کو ضلالت و عمائت اور خلودِ نار وغیرہ کی لذتوں کے مواعید سے جوش بھی دلایا ہو۔

پھر ایسی حالت میں بھی اسی کے ملک کے رہنے والے، اسی کی زمین کے بولنے والے، اسی زبان کے قادر الکام اور سحر البیان لوگ اس کے سامنے ساکت وخاموش اور متحیر و مدہوش رہ گئے ہوں۔

ہم تو سمجھتے ہیں کہ تاریخ ایسی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے، قرآن مجید کے پیش کرنے والے (فداہ امی وابی) نے معارضہ کی چھ قسمیں بتلائیں، اور ہر ایک قسم کے مقابلہ میں سب کو عاجز ودرماندہ ثابت کر کے اپنی صداقت کو آفتاب روشن کی طرح آشکارا کر دیا۔

نتیجہ یہ ہوا کہ قرآن مجید گو عربی مبین ہے، مگر اس کی فصاحت و بلاغت کا جو درجہ ہے، وہ تمام عالم کی کتب سے بالاتر ہے۔

(ب) اب یہ بھی ملحوظ خاطر رہنا چاہیے کہ فردوسیؔ، ہومرؔ، سعدیؔ، شیکسپئرؔ، والمیکؔ، ملٹن، سحبان، وبیکنؔ ونابغہ وسسروؔ، امرءالقیسؔ، وخسروؔ وغیرہ وغیرہ جن کی فصاحت و بلاغت کی بڑی بڑی تعریفیں مختلف السنہ کے متعلق مختلف اقوام نے کی ہیں۔ ان سب کا جوش وخروش ایسی کتابوں میں نکلا ہے جن کی بنیاد تصورات وتخیلات پر رکھی گئی ہے، جن میں ہر قسم کی تشبیہات واستعارات کے استعمال کی مصنف کو پوری آزادی حاصل تھی، جن میں ترک غلو یا پابندی صداقت کی کوئی بندش نہ تھی۔

اگر انہی زبان آوران پُر کلام کو کوئی قانون، کوئی ضابطہ لکھنا پڑتا اگر حقائق الہیات اور رموزِ فطرت یا اسرارِ آفرینش پر ان کو چند سطور بھی تحریر کرنی ہوتیں تو دنیا دیکھ لیتی کہ عبارت کتنی پھیکی، بندش کتنی سست، الفاظ کیسے کھٹیل، طرز ادا کتنا مبتذل ہوتا۔

یہ قرآن حکیم ہی کا حصہ ہے کہ وہ احکام وشریعت اور مواعظ وامثال، اخبار وانداز میں زمانِ ماضی کی سرگذشت اور عہد مستقبل کی حالت پر آیات پر آیات کا القا فرما رہا ہے، اور بایں ہمہ کلام کسی جگہ بھی نہ صداقت وروحانیت کے درجہ سے گرا اور نہ فصاحت و بلاغت کے مرکز سے متزلزل ہوا ہے۔

(ج) اندازۂ فصاحت و بلاغت کے وقت یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ساری دنیا کے مسلمہ و مقتدر فصحاء کے میدانِ کلام اور وادی سخن بھی خاص خاص ہوتے ہیں۔ سعدیؔ کی نصیحت قعرِ قلب میں جگہ جا لیتی ہے۔ لیکن بزمِ نشاط کی بساط بچھانا اور ناز واختلاط کے کواڑ کھول دینا اس کی طاقت سے باہر ہے۔

فردوسی کے بیان جنگ کو پڑھنے والا سمجھتا ہے کہ وہ کوئی سینما دیکھ رہا ہے۔ لیکن مواعظ واخلاق کی سڑک پر اس کا خنک قلم لنگڑاتا ہوا ہی نظر آتا ہے، عرب کے امرءالقیسؔ و عنترہ، ابونواسؔ وابوالعتاہیہ کا بھی یہی حال ہے۔

جرمنی وفرانس، اٹلی وانگلستان کے اہل قلم (شاعروں، ناول نویسوں، ایڈیٹروں) یا

زبان آوروں (پروفیسروں، لیکچراروں) میں بھی یہی تفاوتِ درجات موجود ہے۔ رینالڈ کبھی گبن نہیں بن سکتا، اور کارلائل کبھی شیکسپیر کا روپ نہیں دھار سکتا، ہربٹ سپنسر اور نارتھ بروک کی زبان کبھی ایک نہیں ہو سکتی۔ قرآن کریم کو پڑھو، اسے موجودات و ماہیات و کیفیات کے متعلق کس قدر دلائل ساطعہ و براہین بینہ سے کام لینا پڑا۔

اسے اقوام ماضیہ کے عروج و زوال اور اس کے لوازم و اسباب پر کیا کچھ بیان کرنے کی ضرورت ہوئی۔ اُس نے مذاہب و ادیان اور عقائد و مسلمات انسان پر کتنی تیز روشنی ڈالی۔ اُس نے روح مادہ اور اعمال کی بابت کس قدر اسرار آشکار کیے۔ اُس نے تدبیر منزل و سیاست مدن حقوق افراد و وجوبِ قوم کی نسبت کتنے قوانین وضوابط ایجاد کیے۔

اور ان سب کی تبیین و وضوح کے سلسلہ میں اسے کس قدر اقسام سخن اور اسالیب کلام پر تکلم کی ضرورت ہوئی، لیکن ہر جگہ کلام کی شان الفاظ کی شوکت، معانی کا حسن اسی خصوصیت کے ساتھ ساتھ جلوہ گستر و نور افزا ہے، جیسا کہ اثبات توحید ورد شرک و ابطال باطل اور احقاق حق کی فضاء میں عطر بیز و روح پرور تھا۔ یہ وہ دقائق کلام ہیں جن کو وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جنہوں نے اپنی لمبی لمبی عمروں کو اسی شوق وفہم و ذوق وجدان میں پورا کر دیا ہے۔

(د) فصاحت و بلاغت کا تعلق جزالتِ الفاظ سے بھی ہے اور اشاقتِ معانی سے بھی۔ ہم اس جگہ چند آیات کا اقتباس نقل کرتے ہیں، ان کے ہمہ گیر معانی پر غور کرو، اور خوب غور سے دیکھو کہ تہذیب اخلاق، تہذیب عقل، تدبیر منزل، حصانتِ قوم اور سیاستِ مدن کا کون سا ضروری مسئلہ ہے جو ان چند آیات سے باہر رہ گیا ہے، اسی سے قرآن مجید کی ۶۶۶۶ آیاتِ شریفہ کا اندازہ کرو۔ اور اُن علوم و معارف کا تخمینہ لگاؤ جو ان آیات میں محفوظ کیے گئے ہیں۔

ان آیات کے پیش کرنے سے کوئی شخص یہ نہ سمجھ لے کہ ہم صرف اتنی ہی آیات کو

پیش کر سکتے تھے، یا یہی چند آیات نمونہ بنائے جانے کی صلاحیت رکھتی ہیں لا واللہ۔ اس وقت ہماری مثال اس گلچیں کی سی ہے جو ایک گلستان تازہ بہار کی سیر کو نکلتا ہے، اور واپسی کے وقت وہاں سے چند گل شاداب کو زیب سر وسینہ بنالیتا ہے کیا کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ اس گلچین کے بعد باغ میں پھول باقی ہی نہیں رہے یا جو باقی ہیں وہ سب آب ورنگ میں یا نزہت ونزاکت میں گلہائے چیدہ سے کم ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس کا جواب یقیناً منفی ہوگا۔

(۱) اصول عبادت:

ومالی لا اعبد الذی فطرنی و الیه ترجعون

کیا وجہ ہے کہ میں اس ذات کی عبادت نہ کروں، جس نے مجھے پیدا کیا اور جس کی طرف ہم تم سب کو لوٹ کر جانا ہے۔

(۲) شرف انسانیت:

ولقد کرمنا بنی اٰدم و حملنا هم فی البر والبحر و رزقنا هم من الطیبات و فضلنا هم علیٰ کثیر ممن خلقنا تفضیلا (بنی اسرائیل)

ہم نے فرزندان آدم کو عزت دی اور بحر وبر میں ان کے لئے سواریاں عطاء کیں۔ اور پاکیزہ چیزیں ان کو کھلائیں اور اپنی بہت سی مخلوقات پر ان کو برترین فضیلت عطا کی۔

(۳) اوامر یعنی کرنے کے کام:

ان الله یامر بالعدل والاحسان و ایتاءِ ذی القربیٰ

اللہ تعالیٰ کا حکم یہ ہے کہ عدل واحسان کرو اور قرابت داروں کے ساتھ عمدہ سلوک کرو۔

(۴) نواہی یعنی نہ کرنے کے کام:

و ینهیٰ عن الفحشاء والمنکر والبغی

اللہ تعالیٰ بے حیائی کے کاموں سے اور بغاوت سے اور ناپسندیدہ امور سے تم کو منع کرتا ہے۔

(۵) محرمات:

قل انما حرم ربی الفواحش ما ظهر منها وما بطن والاثم والبغی بغیر الحق وان تشرکوا با لله ما لم ینزل به سلطانا وان تقولوا علی الله ما لا تعلمون۔

میرے پروردگار نے مندرجہ ذیل باتوں کو حرام ٹھہرادیا ہے۔

(ا) بے حیائی کی سب صورتیں کھلی ہوں یا چھپی ہوں۔

(ب) گناہ۔

(ج) بغاوت ناحق۔

(د) شرک باللہ۔ جس کے جواز کی بابت کوئی عقلی و نقلی دلیل موجود نہیں۔

(ھ) اللہ تعالیٰ کے خلاف اپنی بے علمی سے باتیں بنانا۔

(۶) تعاون:

تعاونوا علی البر و التقوی۔

نیکی اور خدا ترسی کی جملہ اقسام میں ایک دوسرے کو مدد دیا کرو۔

(۷) عدم تعاون:

ولا تعاونوا علی الا ثم والعدوان۔

گناہ اور سرکشی کی جملہ اقسام میں کسی کی مدد نہ کرو۔

(۸) جملہ اعضائے انسانی اپنے اپنے افعال کے ذمہ دار ہیں:

ان السمع ولبصر و الفواد کل او لٰئِك کان عنه مسئولا

شنوائی (سماعت)، بینائی اور دل ان سب سے سوال کیا جائے گا۔

(۹) وزن اعمال:

من یعمل مثقال ذرة خیراً یره و من یعمل مثقال ذرة شر یره

اور جو کوئی ذرہ برابر بھی نیکی کرتا ہے، وہ اسے دیکھ لے گا اور جو کوئی ذرہ برابر بھی بدی کرتا ہے، وہ اسے دیکھ لے گا۔

(۱۰) عدل ورحم:

و جزاء سیئة سیئة مثلها فمن عفا و اصلح فاجره علی الله (شوریٰ)

بدی کا بدلہ تو بالکل ویسا ہی ہے، بعدازیں جس کسی نے معافی دی اور بھلائی کی تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ خود دے گا۔

(۱۱) عدل ورحم ومعافی:

ولمن انتصر بعد ظلمه فاولئك ما علیهم من سبیل انما السبیل علی الذین یظلمون الناس و یبغون فی الارض بغیر الحق اولئك لهم عذاب الیم ولمن صبر و غفر ان ذالك لمن عزم الامور۔ (شوریٰ)

الف: جو کوئی ظلم سہنے کے بعد اپنا چارہ کار کرتا ہے۔ اس پر کوئی اخذ (پکڑ) نہیں۔

ب: اخذ (پکڑ) تو ان لوگوں پر ہے جو انسانوں پر ظلم کرتے ہیں اور بغاوت ناحق پھیلاتے ہیں۔

ج: جو لوگ ظلم وزیادتی پر صبر کرتے اور معافی دیتے ہیں تو یہ کام بڑے شاندار کاموں میں سے ہے۔

(۱۲) عفو عام:

ولیعفوا و لیصفحوا الا تحبون ان یغفر الله لکم (نور)

لازم ہے کہ معاف کیا کرو۔ لازم ہے کہ درگذر کیا کرو۔ کیا تم خود یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تم کو بخش دیا کرے۔

(۱۳) دشمن کو دوست بنانے کی ترکیب:

ادفع بالتی هی احسن فاذا الذی بینك و بینه عداوة کانه ولی حمیم (حم سجدہ)

تم بدی کی مدافعت نیکی اور سلوک کے ساتھ کیا کرو پھر تو عداوت والا شخص تم کو گرم جوش دوست نظر آئے گا۔

(۱۴) حریتِ دین:

لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی (بقرہ)

دین کے معاملہ میں کسی شخص پر کوئی دباؤ نہیں۔ نیک رفتاری اور کجروی کو الگ الگ کرکے دکھلایا گیا ہے۔

(۱۵) قول بلا عمل:

کبر مقتا عند الله ان تقولوا مالا تفعلون (صف)

جب قول ہو اور فعل اس کے ساتھ نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ بہت بیزاری کی بات ہے۔

(۱۶) اپنے افعال کی پوری ذمہ داری:

ولا تزر وازرة وزر اخرٰی

کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے شخص کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

(۱۷) برائی کی اشاعت بھی بری ہے:

لا یحب الله الجهر بالسوء من القول الا من ظلم (نساء)

برائی کا کھلا ذکر اللہ کو پسند نہیں۔ ہاں مظلوم اس سے مستثنیٰ ہے۔

(۱۸) حلم و تواضع کی تعلیم:

وعباد الرحمٰن الذین یمشون علی الارض ھونا واذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاما (فرقان)

رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر خاکساری سے چلتے ہیں، اور جاہلوں کے ساتھ بات چیت کے وقت وہ جاہلوں کو سلام کہتے ہیں۔

(۱۹) ناپسندیدہ عادتیں:

ان اللہ لا یحب کل مختال فخور (لقمان)

مکار اور جھوٹے فخر کرنے والے کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا۔

(۲۰) چغلی سے نفرت دلانے والی مثال:

ولا یغتب بعضکم بعضا ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا (حجرات)

تم میں سے کوئی بھی دوسرے کی چغلی نہ کرے کیا تم مردہ بھائی کی لاش کا گوشت کھانا پسند کر سکتے ہو (چغلی کی یہی مثال ہے)

(۲۱) نفع رسائی کی ضرورت اور فضیلت:

لن تنالوا البر حتیٰ تنفقوا مما تحبون (آل عمران)

تم اصلی نیکی کو اس وقت تک حاصل نہیں کر سکتے جب تک اللہ کی راہ میں اپنی پیاری چیزوں کو خرچ نہ کرو گے۔

(۲۲) اخوت عامہ کی تعلیم:

انما المؤمنون اخوۃ (الحجرات)

سب ایمان والے آپس میں بھائی بھائی ہیں، یہی پکی بات ہے۔

(۲۳) عورتوں کے حقوق مردوں کے برابر ہیں:

ولهن مثل الذی علیهن بالمعروف (البقرہ)

دستور کے مطابق جیسے حقوق عورتوں پر مردوں کے ہیں ویسے ہی عورتوں کے حقوق مردوں پر ہیں۔

(۲۴) زن وشوہر کا اتحاد:

هن لباس لکم و انتم لباس لهن (بقرہ)

عورتیں مردوں کے لیے لباس ہیں اور مرد عورتوں کے لیے لباس ہیں۔

(۲۵) عورت کو جدا نہ کرنے کی نصیحت:

امسك علیك زوجك واتق الله (احزاب)

اپنی بیوی کو اپنے پاس رہنے دے اور اللہ سے ڈرا کر۔

(۲۶) شکر کا حکم اور فائدہ:

لئن شکرتم لازید نکم (ابراہیم)

اگر تم شکر کرو گے تو میں تم کو بڑھاتا رہوں گا۔

(۲۷) امتحان الٰہی کی چیزیں:

انما اموالکم و اولادکم فتنة (تغابن)

مال ودولت اور اولاد میں بندوں کا امتحان ہے۔

(۲۸) کسرِ نفسی کی تعلیم:

وما ابریء نفسی ان النفس لامارة بالسوٓء (یوسف)

میں نفس کو بری نہیں ٹھہراتا نفس تو برائی کی طرف بہت اکسایا کرتا ہے۔

(۲۹) جنگ سے بچنے کی تدبیر:

واعدوا لهم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخيل ترهبون به عدو الله و عدوكم (انفال)

تم دشمنوں کے لئے اپنی پوری قوت سے تیار رہو، اور سرحدات پر پوری فوجی تیاری رکھو اس تدبیر سے تم اللہ کے اور اپنے دشمنوں کو روکے رکھو گے۔

(۳۰) جملہ محامد عالیہ کا مالک ہمارا پروردگار ہی ہے:

الحمد لِلّٰه رب الغلمين (فاتحہ)

اللہ جو تمام تر مخلوقات کا پالنے والا ہے وہی سب خوبیوں کا مالک ہے۔

(۳۱) دین الٰہی کی تعریف:

فطرة الله التى فطر الناس عليها لا تبديل لخلق الله ذالك الدين القيم

وہ شریعت الٰہی جس پر سب انسانوں کو پیدا کیا گیا ہے، اللہ کی پیدائش میں تبدیلی نہیں، یہی تو محکم واستوار دین ہے۔

(۳۲) دین صحیح کا مقصد کیا ہے اور کیا نہیں:

ما يريد الله ليجعل عليكم من حرج و لكن يريد ليطهركم و ليتم نعمته عليكم لعلكم تشكرون۔

اللہ کا یہ ارادہ نہیں کہ تم پر کوئی دشواری ڈالے، اس کا تو ارادہ یہ ہے کہ تم کو پاک و مطہر بنائے اور اپنی نعمت تم پر تمام کرے کہ تم شکر گزار بنو۔

(۳۳) رب برتر کا تعلق اہل ایمان کے ساتھ رحمت و محبت کا ہے:

کتب ربکم علیٰ نفسه الرحمة (انعام)

تمہارے پروردگار نے اپنی ذات پر رحمت کو لکھ رکھا ہے (جمع کر رکھا ہے)۔

ب۔ وھو الغفور الودود (بروج)

وہ تو بہت بخشنے والا اور بہت محبت کرنے والا ہے۔

ج۔ الله ولی الذین اٰمنوا یخرجھم من الظلمٰت الی النور (بقرہ)

اللہ تو ایمان والوں سے محبت کرنے والا ہے (اور ان کا کارساز ہے) ان کو سب تاریکیوں سے نکالتا اور نور میں لاتا ہے۔

(۳۴) انسان واحد کی جان کی قیمت:

انه من قتل نفسا بغیر نفس او فساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعا ومن احیاھا فکانما احیا الناس جمیعا (المائدہ)

اگر کسی نے ایک انسان کو بھی مارا (قصاص یا بلوہ کی سزا کو مستثنیٰ سمجھو) تو گویا اس نے تمام نوع انسانی کو قتل کر ڈالا، اور جس کسی نے ایک انسان کو بھی ہلاکت سے بچالیا گویا اس نے تمام انسانوں کی زندگی کو بچالیا۔

(۳۵) امن شکنی عامہ کی ممانعت:

فاذکروا اٰلآء الله ولا تعثوا فی الارض مفسدین (اعراف)

اللہ کی نعمتوں کو یاد رکھو، اور ملک میں فساد پھیلانے سے باز آجاؤ۔

(۳۶) اصول مصارف:

والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذالك قواما۔

رحمٰن کے بندے وہ ہیں کہ جب خرچ کرتے ہیں، تب نہ اسراف کرتے ہیں، اور

نہ بخل کرتے ہیں۔اوران حالتوں کی درمیانی حالت پر چلا کرتے ہیں۔

(۳۷) مال ومنال دنیا سے آرام وآسائش بھی اٹھاؤ، اور آخرت بھی کماؤ:

وابتغ فی ما أتك الله الدار الاخرة ولا تنس نصيبك من الدنيا واحسن كما احسن الله اليك. (القصص)

جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تجھے دیا ہے اس میں آخرت کی بھی طلب کر اور اپنا دنیوی حصہ بھی مت بھول جا اور بھلائی کیا کر جیسا کہ اللہ نے تجھ سے بھلائی کی ہے۔

(۳۸) امداد غرباء ومساکین:

فات ذاالقربى حقه والمسكين وابن السبيل. ذلك خير للذين يريدون وجه الله واولئك هم المفلحون. (الروم)

قرابت والے اور مسکین اور مسافر کا حق ادا کر یہ باتیں ان لوگوں کے لئے بہتر ہیں جو اللہ کی خوشنودی چاہتے ہیں اور یہی لوگ ہیں جو فلاح پائیں گے۔

(۳۹) سوگند (قسم) کھانیوالا انسان بے اعتماد بن جاتا ہے:

ولا تطع كل حلاف مهين

جو کوئی شخص بہت سوگندیں (قسمیں) کھاتا اور ذلیل بنتا ہے اس کا اعتبار نہ کرو۔

(۴۰) اللہ تعالیٰ سے دعا مانگا کرو:

فادعوا الله مخلصين له الدين.

اللہ ہی سے دعا مانگا کرو خالص اسی کے ہو کر (اور اسی کے فرمانبردار بن کر رہو)۔

(۴۱) حمد خالق ومدح مخلوق:

الحمد لله وسلام علی عبادہ۔

حمد کا مالک اللہ ہے اور اللہ کے بندوں کے لئے سلام (سلامتی) ہے

اس مختصر سے جملہ پر اور تقسیم مدارج پر جتنا غور کیا جائے گا اسی قدر زیادہ حقائق معلوم ہوں گے۔ اسی میں توحید ہے اسی میں رد شرک ہے اور اسی میں برگزیدہ بندگان اللہ کے مدارج علیا کا بیان۔

(۴۲) نظم عالم اور تناسب اجزاء عالم کا بیان:

ماتری فی خلق الرحمن من تفاوت فارجع البصر، الایة (تبارک)

تو رحمٰن کی پیدا کردہ اشیاء میں کچھ فرق نہ دیکھے گا۔ کیا تجھے کبھی کوئی نقص نظر آیا۔

(۴۳) قرآن مجید اور بیت العنکبوت کی مثال:

ان اوھن البیوت لبیت العنکبوت لو کانوا یعلمون

سب گھروں میں کمزور گھر عنکبوت (مکڑی) کا گھر ہوتا ہے۔ اگر لوگوں کو علم ہو۔

علم کو بیت العنکبوت سے متعلق فرمایا اس لئے عنکبوت کے گھر میں اہل علم کے لئے بڑے بڑے عجائب ہیں۔ جرمن پروفیسروں کا قول ہے کہ مکڑی کے جالے کا ہر ایک تار چار تاروں سے ملا ہوا ہوتا ہے اور ان چار تاروں میں ہر ایک تار ایک ہزار تار سے بنا ہوا ہوتا ہے یعنی ایک ایک تار میں چار ہزار تاگے ہوتے ہیں۔ اہل علم غور کریں کہ اس اوہن البیوت بنانے والی مکڑی کو اللہ تعالیٰ نے کس قدر فہم وفراست اور باریک نسج وخیاطت کی صنعت عطاء فرمائی ہے۔

(۴۴) قرآن مجید اور نحل کی مثال

واوحی ربك الی النحل٥

تیرے رب نے شہد کی مکھی کو وحی کی۔

شہد کے چھتہ کے اندر نظامِ فوجی کا مستحکم آئین، فوج اور اہل صنعت کی جداگانہ تقسیم، جداگانہ خاندانوں کے علیحدہ علیحدہ جگہ بچہ دینے والی' رانی کی حکومت، بچوں کی پرورش اور تربیت کا کام سرانجام دینے والا عملہ، شہد کے ذخیرے، ذخیروں کی حفاظت کے طریقے، شہد بنانے کے لئے ہزار ہا اقسام کے پھولوں میں سے چاشنی کا نکال کر لانا، چھتے کے سب گھروں کا مسدس اور یکساں رقبہ ہونا۔ یہ جملہ امور اس نتیجہ کے مؤید ہیں کہ جب وحی ربانی کسی ذی روح کی تکمیل کی جانب متوجہ ہوتی ہے، تو اسے کیا کچھ بنا دیتی ہے۔

اور جب قرآن جیسی وحی انسان جیسے ذی عقل وفہم اور ذی نطق وتدبر کے ارتقاء مدنی وروحی کی طرف التفات فرمائے تو اسے کن کن منازل تک بلند فرمادے گی۔

(۴۵) قرآن مجید اور نمل کی تمثیل:

قالت نملة یایها النمل ادخلوا مساکنکم لا یحطمنکم سلیمان وجنوده وهم لا یشعرون (نمل)

چیونٹیوں کی رانی نے کہا، اے چیونٹیو! تم اپنی آرام گاہوں میں داخل ہو جاؤ کہیں تم کو سلیمان اور اس کے لشکر ریزہ ریزہ نہ کردیں' اور ان کو اس کی خبر بھی نہ ہو۔

اللہ اللہ! چیونٹیوں کے پاس ایسے مسکن موجود ہیں کہ جب وہ ان میں داخل ہو جائیں تو حضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر بھی ان کو بگاڑ نہ سکے۔

یہ آیت ہر ایک ضعیف قوم کو قوی تر قوم کے سامنے زندہ رہنے اور اپنی ہستی قائم رکھنے کے وسائل کی تعلیم دیتی ہے، جن میں سے پہلا سبق وہ اتحاد واتفاق ہے کہ اپنے سردار کی رائے پر جملہ افراد قائم وعامل ہوں۔

دوسرا سبق:۔ ذاتی حفاظت کا سامان ہر وقت مکمل رکھنا ہے، اور

تیسرا سبق:۔ کسی بالاتر طاقت کے ساتھ مقابلہ آرائی نہ کرنا ہے۔
چوتھا سبق:۔ نقصان رسیدہ ہو جانے کی حالت میں بھی اس شخص کو الزام نہ دینا ہے، جس کی نیت اور علم میں نقصان رسانی شامل نہ تھی۔
پانچواں سبق:۔ جب مسلمانوں کی اجتماعی حالت چیونٹیوں کی سی ہو جائے، تو ان کو قرآن پاک کی حفاظت میں داخل ہو جانا چاہئے۔
چھٹا سبق:۔ آنے والے خطرات سے آگاہ کرنا امیرِ قوم کا فرض ہے۔
ساتواں سبق:۔ چیونٹی کی مانند ضعیف ترین جنس بھی زندہ رہ سکتی ہے، اگر وہ بقائے حیات کا عزم رکھتی ہے، اس لئے کسی قوم کا ضعف اس کے فنا کی دلیل نہیں۔

(۴۶) قرآن مجید اور ارض وسماء کی اشیاء پر نظر اعتبار کا حکم:

قل انظروا ما ذا فی السموات والارض (سورۃ یونس)

آسمانوں اور زمین کے اندر پیدا کردہ سب چیزوں کو دیکھو کہ وہ کیا ہیں۔

یہی آیت ہے جو جملہ انکشافات کی جڑ ہے، قدرت کی ہر شے کو نظر اعتبار سے دیکھنا۔ اس کے خواص اور ماہیت کا معلوم کرنا۔ انسان کو بلند ترین ارتقاء پر پہنچانے والا ہے، افسوس کہ ہم لوگ ایسے احکام کی تعمیل سے کس قدر لاپرواہ، قاصر اور غافل ہیں۔

(۴۷) قرآن مجید اور فوائد بحر:

وھو الذی سخر لکم البحر لتاکلوا منه لحما طریا وتستخرجوا منه حلیة تلبسونھا و تری الفلك مواخر فیه ولتبتغوا من فضله ولعلکم تشکرون۔ (نحل)

اللہ وہ ہے جس نے سمندر کو تمہارے فائدے کے لئے مسخر کر دیا ہے۔

وہ فوائد یہ ہیں:۔

(۱) تازہ بہ تازہ گوشت:

سمندر کی تجارت ماہی گیری کا حال اگر کوئی پڑھے تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ آج دنیا میں کروڑوں پونڈ اسی تجارت سے اقوام عالم کمارہی ہیں۔ اور مسلمان جو آیت کریمہ کے مخاطب خاص تھے، اس سے قطعاً محروم اور بے خبر ہیں۔

(۲) دُرو گوہر:

جو انسان کی زینت اور لباس کی چیز ہے اس کی تجارت بھی کروڑوں پونڈ کی ہے، عہد نبوی ﷺ اور خلفاء راشدین کے زمانہ میں بحرین پر اسلامی قبضہ تھا۔ جسے ہم کھو بیٹھے ہیں۔

(۳) جہاز رانی:

جہاز رانی دنیا پر شہنشاہی کے لئے اولین شرط ہے، امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے بیڑا قائم کیا اور بحری جزائر کریت مالٹا، طرابلس وغیرہ فتح ہوئے۔

موسیٰ بن نضیر اور جنرل طارق نے اسپین کو فتح کیا۔ خیر الدین بار بروسا نے ترکی سلطنت کا اقتدار سارے یورپ سے منوایا بالآخر اس کو مسلمانوں نے ہیچ سمجھا اور دنیا کی شہنشاہیت سے محروم کر دیئے گئے۔

(۴) بحری تجارت جس میں بے شمار نفع ہے۔

(۵) مذکورہ بالا تموّل اور افراط دولت اور قوت وحکومت کے بعد دینی فائدہ۔ یعنی شکر نعمت الٰہی میں مصروفیت، اشاعت اسلام، دور و دراز ممالک میں تبلیغ اسی پر منحصر ہے۔

عبد الملک اموی کے عہد میں عرب سوداگروں ہی نے اسلام کو ہندوستان کے جنوبی سواحل پر پہنچایا۔ انہوں نے آسام، برما اور مشرقی بنگال کو مسلمان بنایا۔ جب کہ شمال مغربی سرحد سے کوئی حملہ آور (محمود وغیرہ) ہندوستان سے بالکل لا پرواہ تھے۔

معانی عالیہ ومضامین نادرہ

مضامین میں ہمیشہ دو اعتبار ملحوظ ہوتے ہیں۔

الف: وسعت.........وسعت کی بابت قرآن مجید کا خود دعویٰ ہے:

لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین۔

اسی دعویٰ کے اعتماد پر ایک ذی علم مسلمان کل دنیا کو مخاطب بنا کر یہ کہہ سکتا ہے کہ کوئی ایسا مسئلہ جس کا تعلق تہذیب نفس، تزکیہ روح، صفائی قلب اور حصول نجات سے ہو۔ خواہ اس کی بنیاد اعلیٰ فلسفہ پر ہو یا قدیم وجدید اکتشافات وتجربہ پر ہو۔ خواہ وہ اشراقیین کی الٰہیات سے لیا گیا ہو یا الٰہیین کے شوارقات سے کوئی شخص ہمارے روبرو پیش کرے۔

ان شاء اللہ اسی مسئلہ کو وضوح تام (مکمل وضاحت اور) صحت کامل کے ساتھ قرآن مجید میں بیان شدہ دکھلا دیا جائے گا۔

ولا یاتونك بمثل الا جئناك بالحق واحسن تفسیرا۔ (۲۵/۳۵)

یاد رکھو کہ کوئی علمی صداقت قرآن مجید پر مبادرت نہیں کر سکتی۔

عمدگی:

دنیا میں ہستی باری تعالیٰ کا یقین رکھنے والی جس قدر اقوام ہیں۔ وہ علمی طور پر مسئلہ توحید کی ضرور قائل ہیں۔ ایک بت پرست وتثلیث پرست کو بھی اس امر میں ساعی دیکھا جائے گا کہ کثرت میں وحدت کو ثابت کر لے......اب دیکھو یہ مسئلہ جس کی خوبی پر تمام عالم متفق ہے۔ اور جس کو اپنی اپنی کتابوں کے اندر ثابت کرنے کی ہر مذہب سعی کر رہا ہے۔ قرآن مجید سے بڑھ کر اور کسی جگہ نہ ملے گا۔ دیگر بیانات کو قرآن کے سامنے وہی نسبت ہو گی جو مٹی میں ملے ہوئے پانی کو آب زلال کے ساتھ ہوتی ہے۔

اگر کسی کے دل میں اس واقعہ صحیحہ کے متعلق کچھ شک ہو تو اپنی کتاب کو پیش کر لے۔

جہاں سے ہم چاہیں اس کی کتاب کو اور جہاں سے وہ چاہے قرآن مجید کو کھول لے۔ اس مقام سے آگے ایک جزو کا ترجمہ کیا جائے۔ اور وہ ترجمے تیسرے مذہب والے کے پاس بھیج دیئے جائیں۔ فیصلہ طلب امر یہ ہوگا کہ توحید کا کامل تر اور واضح تر بیان کس کتاب میں ہے۔

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ لا یاتون بمثله (قرآن جیسا کلام نہیں بنا سکتے) کے مفہوم میں اگر چہ اس کی طرز بدیع اور الفاظ عالی اور بے مثل ترتیب اور لاثانی اسلوب اور فصاحت وبلاغت کی وہ معجز اور اجتماعی شان بھی داخل وشامل ہے جو اس کی عبارت میں نمایاں درخشاں ہے۔ لیکن ان سے بھی بڑھ کر قرآن پاک کے وہ معانی پاک ہیں جو ان گراں قدر الفاظ کی تہہ میں ایسے ہی موجود ہیں۔ جیسے حقہ زریں میں لولوی شاہوار ہوتے ہیں۔

قرآن کریم جن مضامین عالیہ پر متضمن (مشتمل) ہے۔ اور جو اس کی خصوصیت خاصہ ہیں۔ یہ وہ بصائر ہیں، جو دیدہ کوتاہ بیں کے حجاب اٹھا دیتی اور آنکھوں کو روشن بنا دیتی ہیں۔ قرآن کریم میں ہے:

افلا ینظرون الی الابل کیف خلقت والی السماء کیف رفعت والی الجبال کیف نصبت والی الارض کیف سطحت۔(غاشیة)

قرآن کریم یہاں اونٹ، آسمان، پہاڑ، زمین کے نام لیتا ہے۔ کیا وہ وہی چیزیں نہیں جن کو ہر ایک بادیہ نشین بدوی ہر وقت دیکھا کرتا تھا۔ جو ہر ایک اعرابی کی آنکھوں کے سامنے موجود تھیں۔ لیکن ان سب کو دیکھتے ہوئے بھی دیکھنے والوں کی نظر خلقت ورفعت اور مکنت وفسحت کی کیفیت دریافت کرنے کی جانب کبھی نہیں اٹھتی تھی۔ قرآن مجید نے آنکھیں کھول دیں تو اب ان معانی کی کیفیت بھی معلوم ہونے لگی، اور ہر ایک چیز سے خلاق مطلق کی قدرت خالقیت اور رفیع الدرجات ذوالعرش کی فوقیت، سکون وحرکت کی آفرینش میں عزیز الحکیم کا غلبہ اور حکمت لینیت وصلابت اجسام میں گوناگوں فوائد کی فراوانی و

کثرت بھی نظر آنے لگی۔

عرب کے وہ بھیانک صحرا و وادی جن کو آنکھ بھر کر دیکھنا ناگوار تھا۔ اب صحیفہ فطرت کے طالبان علم کے لئے ورق دانش بن گئے۔

ہاں! قرآن پاک اپنے مضامین کے لحاظ سے علم ہے (انزلہ بعلمہ) وہ شنوائی (سماعت) وبینائی اور دانش کے لئے گنجینہ خرد ہے وہ قوائے مدرکہ اور حواس جارحہ کا رہبر ہے۔ وہ حیات قلب ہے، اور نور روح، وہ راحت عاشقین ہے، اور ہدایت طالبین، اقبال و دولت، مکنت فی الارض اور حکومت اس کی خدام ہیں، آرام دل اور انس جان، قرۃ العین اور ضیاء بصیرت اس کی تابع ہیں۔ علم وحقیقت اور ہدایت وصداقت اس کے علم بردار ہیں۔ قرب وانشراح، رفاہ وصلاح اس کے حاشیہ بوس ہیں۔ نجات آخروی، فوز روحی، رضوان الٰہی وہ خلعت ہائے شرف ہیں جو اسی بارگاہ علیا سے عطاء ہوتی ہیں۔

کاش آنکھوں والے آنکھیں کھولیں اور سننے والے اس آواز پر کان لگائیں۔ صاحب دل دلوں کے غلاف اتار اتار کر اور بصیرت سے قفل کھول کھول کر کام لیں کہ حسن قرآن کی عالم افروزی اور ملکوت نوازی ان پر روشن ومبرہن ہو جائے۔

تاثیر قرآن:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جیسا شخص جسے آج بھی یورپ جنرل عمر کے نام سے یاد کرتا ہے۔ گھر سے مسلح ہو کر نکلتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا کام تمام کردے، لیکن قرآن کی چند آیات سن کر شمشیر اس کے ہاتھ سے گر پڑتی ہے، اور اپنی ہمشیرہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہی کے گھر سے ذلیل ومنکسر ہو کر سرور کائنات ﷺ کے حضور میں حاضر ہو جاتا ہے، اور فاروق رضی اللہ عنہ کے خطاب سے عزت پاتا ہے، رضی اللہ عنہ۔

اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ مدینہ کا مشہور سردار گھر سے مسلح ہو کر نکلتا ہے کہ اسلام کے مبلغ

اول مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو آبادی شہر سے باہر نکال دے، وہ چند آیات سن پاتا ہے اور مصعب ﷺ کے ہاتھ پر بیعت اسلام کر کے اٹھتا ہے۔

ثمامہ بن اثال کے نزدیک آنحضرت ﷺ سے بڑھ کر کوئی شخص اور مدینۃ النبی ﷺ سے بڑھ کر کوئی جگہ قابل نفرت نہ تھی، اُسے صرف دو یوم تک قرآن پاک کے استماع کا موقع ملتا ہے، رشد و ہدایت کی آواز کان سے ہو کر دل تک پہنچ جاتی ہے۔ جب اس کو بلا شرط آزادی مل جاتی ہے تو خود بخود حاضر ہوتا ہے، اسلام لاتا اور دل و جان کو محقر ہدیہ کی طرح حضور میں پیش کر دیتا ہے رضی اللہ عنہ۔

خالد بن عقبہ ﷺ قرآن مجید سن پاتا ہے، تو ششدر رہ جاتا ہے، اور جب اس حالت اور ربودگی سے سنبھالا لیتا ہے تو بول اٹھتا ہے:

واللہ ان لہ لحلاوۃً	بخدا اس میں عجیب شیرینی ہے،
وان علیہ لطراوۃً	اس میں عجیب ترو تازگی ہے،
وان اسفلہ لمغدقٌ	اس کی جڑیں سیراب ہیں،
وان اعلاہ لمثمرٌ	اور اس کی شاخیں پھل سے لدی ہوئی ہیں،
وما یقول ھذا بشرٌ	بشر تو ایسا کہہ ہی نہیں سکتا۔

ولید بن مغیرہ قریش میں بڈھا خرانٹ تھا۔ اسے اسلام سے سخت عداوت تھی، قرآن مجید کے متعلق اس کی رائے یہ ہے کہ اس کلام میں عجیب رس ہے، یہ نورس حلاوت ہے،

ذوالبجادین ﷺ، چرواہا تھا، آتے جاتے مسلمانوں سے آیات قرآنی یاد کر لیا کرتا۔ آخر گھر بار خویش تبار، مال و مویشی، عم و مادر کو چھوڑ کر حضور میں حاضر ہو گیا۔ ﷺ، ......قرآن مجید کا اثر معلوم کرنا ہو تو ان لوگوں کے واقعات پر زیادہ نگاہ ڈالو جو قرآن پاک سمجھ سکتے تھے......جو لوگ ایک پیسہ پر قتل عمد کو معمولی کھیل سمجھتے تھے، وہی دین حقہ کی محبت میں گھر بار سے قطع تعلق کرنے لگے تھے۔

جو لوگ مدت العمر ۳۶۰ بتوں کے پجاری رہے تھے، وہ خود توحید کے واعظ بن گئے تھے...... جن کا کام لاوارث بچوں کا مال اڑانا۔ رانڈوں کو جل دینا تھا۔ وہی اعانت یتامیٰ اور ہمدردی ایامیٰ کا سبق پڑھایا کرتے تھے۔ وہ خودسر قبائل جنہوں نے کبھی کسی قانون یا شخص کی اطاعت نہ کی تھی۔ وہ اب ایسے مطیع و منقاد اور پابند شرع الٰہیہ ہو گئے تھے، کہ مقدمات قتل کا قصاص، مقدمات زنا میں رجم، مقدمات سرقہ میں قطع ید، مقدمات خمر میں اجرائے حد شرعیہ کے لئے خود اپنے آپ کو پیش کیا کرتے تھے۔ کیا ایسے نظائر کسی متمدن ملک میں موجود ہیں۔ اور کسی جگہ کے مجرم قانون کا اتنا احترام کرنے والے دیکھے گئے ہیں۔

تلاوت کلام اللہ کا یہ اثر ہوا تھا کہ زباں آوروں کی گرمی بازار ٹھنڈی ہو گئی تھی۔ عکاظ مندا پڑ گیا تھا۔ اور یہ عالم ہو گیا کہ اگر نشاط طبع منظور ہے تو اس نور مبین کا ورد ہے اور اگر حصول برکت اور یمن مقصود ہے، تب کتاب عزیز کا سماع ہے۔

الغرض قرآن مجید کا اثر انسان کے دل و زبان، طبع و دماغ اور جملہ حواس و قویٰ پر نہایت مستحکم ہے، اور جو اثر اس کا ایک شخص پر ہے وہی تمام ملک پر بھی ہے،

نمونہ تعلیم:

قرآن مجید کی تعلیم و تاثیر کا نمونہ جو شخص انسانی ہستیوں پر دیکھنا چاہے، وہ صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعینؒ اور آئمہ دین کے حالات پر غور کر لے، ان کے صبر بر مصائب، تحمل بر نوائب اور ادائے شکر و احسان کے واقعات کو معلوم کر لے، کافر، اہل اسلام کی تواضع، خشیت من اللہ، ہمدردی عامہ، اخوت، نفع رسانی، اخلاقی پاکیزگی، بلا ہمتی، مہمان نوازی کو دیکھے، مسلمانوں کے اصول منزل، اصول تمدن، اصول حکومت کا مطالعہ کر لے، یہ سب نمونے قرآن مجید کے تیار کردہ ہیں۔

ایزک ٹیلر نے جو کیپٹن کا درجہ رکھتا تھا۔ اپنی 12 مئی ۱۸۸۷ء والی تقریر میں جو وولور ہمپٹن میں چرچ کانگریس کے سامنے دی تھی۔ صاف طور پر کہا تھا' ...... کہ افریقہ کے جن

وحشی مقامات پر اسلام کا سایہ پڑا۔ وہاں سے زنا، قمار بازی، دختر کشی، عہد شکنی، قتل و غارت گری، توہم پرستی، شراب خوری وغیرہ وغیرہ ہمیشہ کے لئے جاتی رہیں...... مگر جب اسی ملک کے دوسرے حصہ پر کسی غیر اسلام مذہب نے قدم جمایا تو ان لوگوں کو، رذائل بالا میں اور زیادہ راسخ کر دیا۔

قرآن مجید اپنے نمونہ کی بابت خود فرماتا ہے:

كنتم خير امة اخرجت للناس

اے ایمان والو تم بہترین گروہ ہو جو انسانوں کی نفع رسانی کے لئے بنائے گئے ہو۔

صہیب رضی اللہ عنہ کا حال پڑھو جو آہنگر تھے، قریش نے انہیں ہجرت مدینہ سے روک دیا وہ اپنا تمام اندوختہ ان ظالموں کو دے کر اپنا سفر جاری رکھتے ہیں۔ بتلاؤ یہ ایثار ان کو کس نے کھلایا؟

ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی سیرت پر غور کرو۔ یہ شوہر سے جدا کی گئیں، اور گود کا بچہ ان سے چھین لیا گیا مگر وہ یکہ وتنہا اللہ تعالیٰ کی راہ میں تین سو میل کا سفر اختیار کرتے ہوئے ذرا نہ ہچکچائیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر کی طرف اکیلی چل دیں، یہ جرأت، یہ قربانی، یہ جذبہ ان میں کہاں سے پیدا ہوا۔

خطاب کا بیٹا عمر فاروق رضی اللہ عنہ جو باپ کے اونٹ چرایا کرتا اور پھر بھی باپ کی سخت ودرشت خوئی سے سہار رہتا تھا۔ اپنی خلافت کے ایام میں بائیس لاکھ مربع میل پر حکومت کرتا تھا۔ اس کی معدلت گستری، عدل پروری، رعایا نوازی اور دین داری کا درجہ ہمیشہ ہر ایک کے لئے موجب غیظ رہا غور کرو کہ حکمرانی کی یہ قابلیت اور کشور کشائی کی یہ اہلیت کہ دنیا کے تین بڑے بر اعظم اس کے زیر نگیں تھے اسی قرآن پاک کی تعلیم پر عمل کا نتیجہ تھی۔

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جنگ موتہ میں اپنے سے پچاس گنی فوج کو جو سلطنت

روما کی قواعد داں اور آئینی فوج تھی، اپنے رضا کاروں کی معیت و معاونت سے شکست دے دی تھی، سوچو کہ ان لوگوں میں یہ عزیمت، یہ ہمت، یہ استقلال، یہ ثبات، یہ پامردی، یہ شجاعت، یہ قربانی، یہ جانبازی کیوں کر پیدا ہوگئی تھی، اگر فکر صحیح اور تلاش صادق سے تجسس کیا جائے تو ان سب ترقیات کا سبب اولیٰ قرآن کریم ہی نکلے گا جو رسول کریم ﷺ کے طفیل ان شیدائیانِ ایمان کو حاصل ہوا تھا۔

قبولیت قرآن:

قبولیت میں تداول بین الناس اور کثرت اشاعت بھی شامل ہے..... ذرا غور کرو کہ اس وقت روئے زمین پر کوئی ایسی کتاب نہیں جسے دن میں پانچ مرتبہ چالیس کروڑ بنی آدم پڑھ لیتے ہوں، اور سن لیتے ہوں ــــــ یہ درست ہے کہ یورپ کے تمول نے مطبوعہ انجیلوں کی تعداد بہت زیادہ بڑھا دی ہے، لیکن صرف اسی امر کو تداول واشاعت نہیں کہا جا سکتا ــــــ کیا پنساریوں اور عطاروں کی دوکان پر ان کتابوں کو نہیں دیکھا گیا؟ ــــــ تداول کے معنی ہیں کہ جس مقصد کے لئے تیار کی گئی ہو۔ اسی میں اس کا استعمال بھی ہوا ہو، اور یہ صفت قرآن مجید ہی پر صادق آتی ہے۔

قبولیت کے معنی میں وہ عظمت واحترام بھی شامل ہے جو کتاب کی نسبت دلوں میں مستحکم ہو گیا ہو...... اصحمہ نجاشی رضی اللہ عنہ، ابھی عیسائی تھا کہ سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ، نے اسے سورۃ مریم سنائی، اصحمہ رضی اللہ عنہ اس وقت دربار میں بالائے تخت جلوس فرما تھا، لیکن وہ بے اختیار رو رہا تھا اور آنسو بہا بہا کر اپنے گلزار جنت کی آبیاری کر رہا تھا ــــــ عمر فاروق رضی اللہ عنہ، اپنی خلافت کے ایام میں ایک دفعہ مسجد کو آتے آتے بیمار ہو گئے، اور ایسے نڈھال ہو گئے کہ راہ ہی میں دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے، اور پھر گھر پہنچائے گئے، لوگ عیادت کو نے آتے تھے۔ دریافت کرنے سے یہ معلوم ہوا کہ کوئی شخص قرآن مجید پڑھ رہا تھا۔ آیت عذاب سن کر اپنی حالت متغیر ہوگئی۔

لبیدؔ عامری وہ زبردست شاعر تھا جس کے اشعار کی نسبت یہ ضرب المثل جاری و ساری تھی۔ اکتبوھا علی الحناجر ولو بالخناجر ان شعروں کو اپنی اپنی گردنوں پر لکھ لو خواہ خنجروں کی نوک ہی سے لکھنا پڑے.....عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے وہ ایک بار ملنے کو آئے تو خلیفہ نے مہمان کی دل جوئی کے طور پر فرمایا کچھ اپنے اشعار سناؤ۔انہوں نے کہا امیر المومنین جب سے اللہ تعالی نے مجھے قرآن عطا فرمایا ہے، تب سے مجھے اشعار میں کچھ مزا نہیں آتا۔ فاروق رضی اللہ عنہ نے خوش ہو کر ان کے وظیفہ میں پانچ سو روپیہ سالانہ کا اضافہ کر دیا۔

ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کی یہ آیت سنی۔

لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون
نیکی کا اصل درجہ نہیں مل سکتا جب تک کہ اللہ کی راہ میں وہ شے صرف نہ کرو جو تمہیں بہت پیاری ہے۔

ان کے پاس ایک باغ تھا پچاس ہزار سالانہ کی آمدنی کا۔ اسی وقت بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہو کر عرض کر دیا کہ یہ باغ اللہ کی راہ میں پیش کرتا ہوں____ ایسے نظائر جمع کرنے سے صدہا مل سکتے ہیں۔

بڑے بڑے بادشاہوں محمودؔ، صلاح الدین یوسف اور عبدالرحمٰن الداخل اور منصور عباسی جیسے باجبروت تاجوروں کو ان کی خشمگین حالت یا انتقامی صورت سے اگر کوئی چیز روکنے والی ہوتی تھی تو قرآن کی ایک آیت جسے اہل دربار میں سے کوئی ایک شخص کسی گوشہ سے پڑھ دیتا تھا۔ اور بادشاہ کی حالت یہ ہو جاتی تھی گویا آگ کی چنگاری پر منوں پانی آپڑا۔ یہی وہ واقعات ہیں جو قبولیت کا ثبوت دیتے ہیں، یہی وہ واقعات ہیں جو ظاہر کرتے ہیں کہ کتاب مجید کی عظمت اور فرقان حمید کی عزت دلوں پر کتنی فرماں روا رہی ہے۔

خصوصیات قرآن حمید:

ایسی خصوصیات جو اس امام مبین کو صحف سابقہ سے ممیز و بالاتر ثابت کرتی ہیں، بہت ہیں اس جگہ ان میں سے چند کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) تعلیم قرآن پاک کا وسیع و عام ہونا...... یہ ایسی خصوصیت ہے جو قرآن مجید ہی کو بالخصوص حاصل ہے جو کوئی شخص توراۃ میں سینکڑوں مقامات پر الفاظ بنی اسرائیل کا خدا، پڑھے گا۔ اور قرآن مجید میں الفاظ، رب العالمین، دیکھے گا، اسے توراۃ کے مقابلہ میں قرآن پاک کی فضیلت بخوبی آشکار ہو جائے گی...... اپنی خصوصیت کو قرآن پاک خود ظاہر فرماتا ہے۔

ان ھو الا ذکر و قران مبین لینذر من کا ن حیا (یٰسین)

یہ کتاب تو ذکر ہے اور قرآن مبین ہے، تا کہ ہر ایک اس شخص کو جو زندہ ہے، اس کے انجام سے باخبر کر دے۔

عربی میں من، ذوی العقول کے لئے آتا ہے، اس لئے من نے ہر ایک انسانی فرد کو اپنے اندر گھیر لیا ہے اس کے ساتھ کان حیا کی صفت لگی ہوئی ہے۔ آیت کی عمومیت اور وسعت کا خود ہی اندازہ کر لو۔

ہر ایک وہ شخص جو ذوی العقول کی فہرست میں آ سکتا ہے، ہر ایک وہ شخص جو زندہ کہلاتا ہے، یا کہلا سکتا ہے۔ قرآن مجید اسے یاد الٰہی دلانے' قرب سبحانی تک پہنچانے' اس کے عواقب امور سے اگاہ کرنے کا کفیل ہے، کیا ان الفاظ میں کسی اور کتاب نے بھی دعویٰ کیا ہے ------ بقول متی، مسیح نے اپنی بشارت وانجیل کو روٹی اور بنی اسرائیل کو بیٹے اور دیگر اقوام کو کتے بتلایا۔ اور یوں فرمایا ہے کہ مناسب نہیں کہ لڑکوں کی روٹی لے کر کتوں کو پھینک دیویں۔ (متی ۱۵ باب 21 تا ۲۷ درس)

(۲) قرآن مبین کی تعلیم کا جامع ہونا...... میں نے توراۃ وزبور وانجیل نیز دیگر انبیاء کی کتب کو جو مجموعہ بائبل میں داخل ہیں، پڑھا ہے، وید کا کچھ ترجمہ (ترجمہ یجر وسام) دیکھا ہے، اس کی تاریخ ترتیب وتالیف کو معلوم کیا ہے۔ کنفیوشس مقتدائے چین اور بودھا بانی بدھ مت کے اصول وتعلیم کو مختلف کتابوں سے اخذ کیا ہے، زرتشت وجاماسپ کے احکام کو دیکھا ہے، یہ سب اپنے اپنے رنگ میں یک فنی ہیں،...... آسانی کے لئے صرف بائبل پر نظر ڈالو اور دیکھ لو۔ توراۃ میں اخبار واحکام ہیں، زبور مجموعہ مناجات ہے، انجیل میں مثال و مواعظ ہیں، اب قرآن مبین کو پڑھو...... کہ مواعظ واحکام، اخبار وامثال، انذار وبشارت کا مجموعہ ہے، اس میں صفات الٰہیہ کا بیان، ذات ربانی کا ثبوت، حصول وتقرب کا طریق، توحید، توکل تفویض کا مذکور، ایام اللہ کی تفصیل، حیات وممات انسان اور عدم وجود عالم کا بیان، فطرۃ انسان کی ساخت وشناخت، افعال رحمانی کے اسرار، قدرت ربانی کے نمونے، سطوت قہاری کے نتیجے، نصرت الٰہیہ کے کارنامے ایسے اسلوب سے بیان ہوئے ہیں کہ:

نفس فرومایہ کو رذائل بشریہ سے پاک وصاف اور حیات مادی کے تاثرات سے مبرا رکھنے، مالک وخالق کے سامنے خاضع وخاشع بنانے، نور یقین کے حصول اور تجرید علائق دینوی اور تشبک صفات ملکی کے لئے اس سے بہتر وبالاتر کچھ متصور نہیں ہوسکتا۔

(۳) آسمانی کتابوں میں سے یہ خصوصیت صرف قرآن مجید ہی کی خاص ہے کہ علوم اخروی وعلوم عقلی کے دو دریائے ذخار پہلو بہ پہلو جوش مارتے ہوئے نظر آتے ہیں ___ معہٰذا یہ معانی عالیہ ایسے ایسے اسلوب بدیعہ کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں کہ ہر ادنیٰ واعلیٰ اس سے برابر متمتع ہوتا ہے، وہی ایک آیت ہے، جو اسحٰق سمنین جیسے یہودی فلسفی کو غرقاب حیرت بنا دیتی ہے، اور وہی آیت افریقہ کے وحشی کی جیب دل کو گوہر مقصود سے بھر دیتی ہے، جس ایک آیت کی تفسیر کرتے کرتے رازی وغزالی نے اعتراف عجز وقصور فہم کیا ہے ___ اسی سے تہامہ کا بدوی اپنی مشکلات کی کشائش کی راہ پا رہا ہے۔

الحق قرآن حکیم سمندر کی طرح عمیق، گہر ریز و نفع رساں ہے اور خس و خاشاک شبہات کو اپنی مواج لہروں سے ساحل پر پھینک دینے والا ہے، اس کے باوقار الفاظ زبان کو اور اس کے پراسرار معانی دل کو اپنا کئے بغیر نہیں رہنے دیتے کیا کسی اور نثر کتاب کی بھی یہ صفت سنی ہے جو اول سے آخر تک پڑھنے والے کے ورد زبان اور نقش دل ہو اور دن رات تلاوت پر بھی پڑھنے والے کی طبیعت سیر ہونے میں اور اسرار کتاب ختم ہونے میں نہ آئیں لا واللہ۔

(۴) خصوصیات قرآن قیم میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ جس طرح مشرق سے مغرب تک کیلئے ہدایت نامہ دین و دیانت ہے، اسی طرح وہ شمال سے جنوب تک کیلئے ملکی قانون بھی ہے۔

اس کی تعلیم کسی قوم اور کسی ملک کی زبان کے لئے محدود نہیں ......اس کے ارشادات انسانی فطرت صحیحہ کے مخالف نہیں۔ وہ یہودیت کی طرح جنت کو نسل واحد کی جاگیر نہیں بناتا......وہ تقرب الی اللہ کے لئے کل دنیا کو واحد خاندان کا دست نگر نہیں ٹھہراتا......وہ عیسائیت کی طرح انسان کو فوق جبلت احکام کی تعلیم نہیں دیتا......وہ ناقابل تعمیل احکام کا خود کو مجموعہ نہیں بناتا......وہ دولت مندوں کو آسمانی بادشاہت سے خارج نہیں کرتا۔ وہ پرستاران مالک کے لئے تزویج و تاہل کو قابل نفرت و مذموم نہیں بتاتا۔

اگر کسی کتاب نے روئے زمین کے شاداب تر حصوں پر بطور آئین سلطنت کبھی کامیاب حکومت کی ہو۔ اگر کسی کتاب نے جمیع بنی آدم کو رنگت اور قومیت اور نسل اور ملک کے امتیازات سے بالاتر رکھ کر سب کو اپنے فیض سے یکساں مستفیض بنایا ہو۔ جیسا کہ اس کتاب قیم نے کیا تو اس کا نام لینا چاہیے۔

(۵) قرآن ذی الذکر کے خصائص میں سے ایک یہ ہے کہ وہ ہر ایک پاک مذہب اور اس کے مقدس ہادیان و داعیان مذہب اور ان کی تعلیمات صحیحہ کی ستائش کرتا ہے، وہ کسی

صداقت کی تکذیب کا ارادہ بھی نہیں رکھتا......اس خصوصیت عجیبہ میں کیسی سلامت روی، امن پسندی، معدلت گستری وصداقت پروری آشکار ہے.....قرآن تو اپنا نام مصدق لما بين يديه رکھتا ہے، اور راست بازوں کی تصدیق کرنا ہی اپنا مقصد اولین بتلاتا ہے۔

(۶) خصائص قرآنیہ میں سے ایک ممتاز خصوصیت یہ ہے کہ وہ ''قول فصل'' اوران تمام پیچیدہ مسائل میں جن کو افکار انسانی حل نہ کر سکے تھے، یا جن کو کتب سماویہ نے ملتوی چھوڑ دیا تھا، اپنا قطعی فیصلہ سناتا ہے......ایسے مسائل بہت ہیں مثلاً:

مسئلہ عرفان صمدانی (اللہ تعالیٰ کی معرفت و پہچان)، مسئلہ صفات ربانی، مسئلہ وجود و شہود، مسئلہ بقائے روح، ماہیت نجات، کیفیت رضوان، امتیاز خالق ومخلوق، فرق رازق و مرزوق، مسئلہ شفاعت و اعمال، مسئلہ سزا و جزا، مدارج صبر و شکر، منازل توکل و تفویض، ماہیت عبادت و استعانت، روحانیت انس ومحبت، حقیقت نصرت الٰہیہ ومعیت ربانیہ، مسئلہ گناہ و حقیقت توبہ، مراتب دعا و قبولیت، رہبانیت و تاہل، طلاق و وراثت، حقوق والدین، حقوق زوجین، حقوق اولاد، حقوق جار، حقوق جسم، حقوق انسانیت، حقوق عمران، فرائض، محارم، شفعہ، حقوق قوم، حکومت شخصی و جمہوری، شوریٰ و امارات، ماہیت فساد و فیوض امن، مکنت ارضی و تمکن دینی، حدود عدل وفسحت رحم، رائی ورعیت اور آئین واستبداد وغیرہ وغیرہ۔

قرآن پاک نے ان مسائل میں یا ان کے اشباہ و اماثل میں جو فیصلے دیئے ہیں، ان کا لطف اس وقت آتا ہے، اور ان کی اعلیٰ شان اس وقت نظر آتی ہے جب فیصلے سے پہلے متخاصمین کے بیانات کو بھی سن لیا جائے۔

اللہ اکبر کیسی کیسی افراط میں نکلی ہوئی، اور کیسی کیسی تفریط پر گری ہوئی حالتوں کو جادہ اعتدال پر لایا گیا ہے۔ اور کیسی کیسی سنگ لاخ وادیوں اور کج وپرپیچ گھاٹیوں میں سے صراط مستقیم کی شاہراہ تیار کر دی ہے۔

بیشک یہ اسی خالق قادر اور حکیم برحق کا کام ہے جس کا علم ماضی وحال واستقبال پر

حاوی ہے اور جس کو انسان کی فطرت کا علم کامل اور تربیت پر کلی اقتدار حاصل ہے،

(۷) اس کتاب لاریب فیہ کی ممتاز خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ اس کا پیش کرنے والا شخص واحد ہے ﷺ۔

وید کو دیکھو، اس کی ہر ایک شرتی کے ساتھ تین نام ضرور لکھے ہوتے ہیں۔ آریوں کی حالیہ تحقیقات یہ ہے کہ ان میں سے ایک مذکر نام اس رشی کا ہوتا ہے، جسے یہ شرتی آکاش سے ملی۔ اسلامی الفاظ میں یہ مطلب ہوتا ہے، جس پر کلام اترا..... اگر ان ناموں کا شمار کیا جائے تو ان کی تعداد سینکڑوں سے بڑھ جاتی ہے، اور اس طرح ثابت ہو جاتا ہے کہ وید کو پیش کرنے والے سینکڑوں رشی ہیں جن میں بلحاظ زمانہ صدہا سال کا تفاوت ہے۔

بائیبل کو دیکھو کہ یہ موسی علیہ السلام، یشوع، مصنف قاضون، سموائیل، مصنف سلاطین، مصنف تواریخ، عزرا، نحمیاہ، مصنف کتاب ردت، مصنف کتاب استر، ایوب، داؤد صاحب زبور، سلیمان صاحب امثال وغزل الغزلات، واعظ، یسعیاہ، یرمیاہ، خرقی ایل، وانی ایل، ہوسیع، یوایل، عاموس عبدیاہ، یونہ میکہ، نحوم، حبقوق، حطیاہ، حجی، زکریا اور ملاکی کے الہامات یا تقات کا مجموعہ ہے۔

علی ہذا انجیلوں کو دیکھو کہ متی مرقس، لوقا معہ اعمال، یوحنا، پولوس، یعقوب، پطرس، یوحنا شاگردان مسیح کے علمی کارنامے ہیں۔

مگر قرآن مجید کا مبلغ اول اور معلم نختین صرف ایک ہے صلے اللہ علیہ وسلم۔ اس صحیفہ کا خود اسی کے ذریعے آغاز اور اسی کے ذریعے سے اختتام ہو جاتا ہے، اور بایں ہمہ یہ مصحف مقدس اپنے مضامین میں مکمل، اپنی تبلیغ میں کامل، دعوت الی اللہ میں یگانہ، رشد وہدایت اور نور ورحمت میں وحید ویکتا ہے، اور اپنے موضوع واتمام میں دوسری کتاب کا احتیاج مند نہیں، حالانکہ رگ وید یجر وید کا اور یجر وید سام وید کا اور اتھرون وید ان تینوں کا محتاج ہے۔

نئے عہد نامہ کی تکمیل پرانے عہد نامے کے بغیر نہیں ہوتی، اور کتاب الاعمال کے بغیر اناجیل اربعہ کے مضامین ناقص رہ جاتے ہیں، حواریوں کے خطوط اتنے ہی ضروری ہیں، جیسا کہ خود اناجیل۔ اس سے قرآن پاک کی برتری وفوقیت اور جامعیت وکاملیت کا اندازہ فہم میں آسکتا ہے، اگرچہ صحیح اندازہ کے لئے ضروری ہے کہ مضامین پر عبور تام بھی ہو،

(۸) خصوصیات قرآن مبارک میں سے یہ بھی ہے کہ اس کا اسلوب کلام نہایت شستہ و مہذب ہے وہ کبھی کوئی فحش لفظ یا حیا سوز فقرہ استعمال ہی نہیں کرتا۔ الخز ما کتاب خرقی ایل کو پڑھو۔ جس میں خدا نے بندوں کو اپنی دو جوروؤں اھولا اور اھولیا کا قصہ سنایا ہے، امید ہے کہ عیسائی فاضل بھی اس قصہ کو ایک تمثیلی بیان ہی خیال کرتے ہوں گے، مگر غور کرو کہ یہ تمثیلی بیان کیا کسی مرد کو اس کی عورت کی طرف سے حسن ظن باقی رہنے دیتا ہے کیا انسانی کنبہ اس نورانی جوڑے سے بڑھ کر کسی اور نمونے کی تمنا کرسکتا ہے...... ہاں ذرا لفظوں کو دیکھو کتنے گرے ہوئے ہیں۔

غزل الغزلات میں ایک نوجوان چھوکری اپنے محبوب پر...... اور کوئی نوجوان لڑکا اپنی محبوبہ پر اظہار محبت کرتا ہے۔

(ب) عیسائیوں نے اچھا کیا کہ محبوبہ یروشلم کو بتلا دیا اور محبوب مسیح کو اگرچہ اس کے کسی لفظ میں اس تاویل کا اشارہ تک نہ تھا۔ اس بیان میں مرد اپنی محبوبہ کو "اے میری بہن"، "اے میری زوجہ"، کہہ کر مخاطب کرتا ہے۔ (غزل الغزلات ۴: باب ۹۔۱۰)

کیا اس اسلوب کلام کو زمانہ حال پسند کرتا ہے، یا زمانہ گزشتہ یہود میں باہمی خطاب کا یہ طریق جاری تھا۔

(ج) بائبل کی تمام کتابوں میں یہودیوں کی بدکاری کو یروشلم کی بدکاری بتلایا گیا ہے، پھر یورشلم کو عورت فرض کر کے اسکی برہنگی کے متعلق ایسے ایسے سخت ودرشت الفاظ استعمال کیئے گئے ہیں، جن کی بابت مجھے امید ہے کہ وہ کسی گرجا کی محراب میں لیڈیز

اینڈ جنٹلمین کے سامنے بطور وعظ کبھی بھی نہیں پڑھے گئے ہوں گے۔

(د) خرقی ایل ۲۳ کا باب ۲۰ درس پڑھو، بہن، بھائی، ماں، بیٹا، باپ، بیٹی کا ذکر نہیں، بلکہ میں یہ پوچھتا ہوں کہ کوئی شریف میڈم اپنے شوہر کے سامنے اور کوئی نوبل مین اپنی لیڈی کے سامنے ان الفاظ کو پڑھ سکتا اور لفظوں کا مطلب بتا سکتا ہے۔

(الف) یجرو ید میں ادھیا ۱۹ منتر ۷۶ (ب) ادھیا ۱۹ منتر ۸۸ (ج) ادھیا ۳۰ منتر ۹ (د) ادھیا ۲۵ منتر ۷ کو کیا کوئی گرو اپنی شاگرد لڑکی کو، بپابندی شرم وحیا پڑھ سکتا، اور اس کا مطلب بتا سکتا ہے۔

قرآن مجید تو الفاظ کا استعمال ایسی اعلیٰ لطافت سے فرماتا ہے کہ یہ اسی کا حصہ ہے، حاجت ضروری سے فارغ ہونے کا ذکر کرنا تھا۔ تو فرمایا:

او جاء احد کم من الغائط۔

غائط ایسی نشیبی زمین کو کہتے ہیں جہاں اپنی رفع حاجت کے لئے انسان او جھل ہوا کرتا ہے۔ الغرض قرآن مجید کا اس بارے میں درجہ بہت بلند اور بہت روشن ہے۔

قرآن مجید کا مصنف:

ایک مثل مشہور ہے، سخن شہ بادشاہ سخن، عربی میں ہے، کلام الملک ملک الکلام، قرآن مجید، اس شہنشاہ حقیقی اور ملک الملکوت عالم کا کلام ہے، جس نے کلام کو پیدا کیا اور گوشت کے ٹکڑے کو بولنا، ہڈی کو آواز کا سننا اور عصبات کو ان کا سمجھنا سکھلایا وہ جس کے حکم سے ایک ماں باپ کی اولاد میں اس قدر اختلاف السنہ اور تبائن لغات پدیدار ہوا۔

بعض عیسائی مصنف جو تحقیق کے پردے میں تعصب کو چھپائے رکھتے ہیں، قرآن مجید کی بہت سی خوبیوں کو تسلیم کر لینے کے بعد قرآن پاک کو کلام محمد ﷺ بتایا کرتے ہیں۔

ایسے لوگوں سے ہم دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ:

(۱) کیا قرآن پاک جیسی کتاب کا مصنف کہلانا بجائے خود ایک اعلیٰ عزت نہیں ہے پھر کیا

وجہ کہ نبی ﷺ نے ایسی اعلیٰ تصنیف کے مصنف ہونے کی عزت سے خود کو محروم رکھا۔

(۲) کیا قرآن پاک جیسی تصنیف کا مصنف جھوٹ جیسی رذیل صفت سے آلودہ ہوسکتا ہے، کیا وہ کتاب جس نے لاکھوں کو صداقت سکھلائی، اور جس نے گنتی کے سالوں میں عرب کی کایا پلٹ دی۔ اور وہ کتاب جس نے زندہ حی القیوم رب کی ہستی کا اعتقاد دلوں میں قائم کر کے کروڑہا بنی آدم کو حیات جاوید سے بہرہ اندوز کر دیا، کیا ایسے دل اور ایسی زبان سے نکل سکتی ہے، جو خود صادق نہ ہو۔

ان دونوں امور پر غور کرو تمام دنیا بھر کے مصنفین کا رویہ ہماری تائید میں ہے اور فلسفہ فطرت انسانیہ اس صداقت کا مصدق ہے۔

اب ہم خود عیسائیوں کی دی ہوئی بائبل پر توجہ کرتے ہیں۔

بائبل سے اس حقیقت کا انکشاف ہو جائے گا کہ دنیا میں کلام اللہ بھیجے جانے کی خبر ہزاروں سال پیشتر سے دی گئی تھی۔

(۱) موسیٰ علیہ السلام قوم کے پاس احکام عشرہ کی الواح لاتے ہیں۔ قوم ان الواح پر شک کرتی ہے۔

(۲) قوم کا مطالبہ ہے کہ اسرائیل کا خداوند ان کی موجودگی میں موسیٰ سے کلام فرمائے۔

(۳) موسیٰ علیہ السلام برگزیدان قوم کو طور پر لے جاتے ہیں۔ وہاں پہنچنے کے بعد تاریکی چھا جاتی ہے، بادل سب کو گھیر لیتے ہیں ہوائیں تند تیزی سے چلنے لگتی ہیں، بجلیاں کوندتی ہیں۔ گرج پر گرج کی صدائیں دلوں کو ہلا دیتی ہیں۔ بھونچال آتا ہے، پہاڑ کانپ رہا ہے۔

(۴) ان حالات کو دیکھ کر بنی اسرائیل چلا اٹھتے ہیں، اور موسیٰ سے کہتے ہیں۔ "اے موسیٰ تو ہی ہم سے بول اور ہم سنیں۔ لیکن خدا ہم سے نہ بولے کہیں ہم مر نہ جائیں (کتاب خروج ۲۰۔۱۹ ر کتاب استثنا ۱۶۔۱۸)...... یہ درخواست منظور کر لی گئی، اور سب لوگ

طور سے اپنی اپنی جان بچا کر خیمہ گاہ میں پہنچ گئے۔

(۵) بنی اسرائیل کی اس کے بعد یہ درخواست ہوتی ہے کہ خدا اپنا کلام موسیٰ کے منہ میں رکھ دے، اور وہ قوم کو سنا دیا کرے۔

(۶) اس درخواست کو اللہ تعالیٰ نا منظور فرماتا ہے، اور خبر دیتا ہے، کہ خدا کا کلام ایک اور نبی کے منہ میں رکھا جائے گا۔ وہ نبی اللہ، اسرائیل کے بھائیوں میں سے ہوگا۔ وہ نبی جو کچھ خدا سے سنے گا، وہ لوگوں سے کہے گا، اور ایسا ہوگا کہ جو کوئی میری باتیں جنہیں وہ نبی میرا نام لے کر کہے گا نہ سنے گا، تو اس کا حساب خدا لے گا۔ (استثناء ۱۸، باب ۱۸ و ۱۹ درس)

اب برائے مہربانی یہودی و عیسائی ان واقعات بالا کو خیال میں رکھیں اور پھر ہم کو بتلا دیں کہ سیدنا و مولانا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور وہ کونسا نبی ہے جس کے منہ میں خدا کا کلام رکھا گیا، وہ کونسا نبی ہے جس نے یہ بتلایا ہو کہ اس کے منہ میں خدا کا کلام ہے۔

ہم ان دونوں سے کہتے ہیں کہ وہ ہرگز ہرگز کسی ایسے نبی کا نام نہیں بتلا سکیں گے جس نے زبان سے اتنا فقرہ استعمال کیا ہو کہ اس کے منہ میں اللہ کا کلام ہے۔...... کلام اللہ کا سنانا تو دیگر امر ہے۔

یہی وہ بات ہے جو حق پوش اہل کتاب پر رب العالمین کی سب سے بڑی حجت ہو گی، اور جس پر یوم الدین کو اللہ تعالیٰ کی عدالت قائم ہوگی۔

جواب دینے سے پیشتر یسعیاہ کا فقرہ بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ دیکھو "امی کو کتاب" دی گئی۔

یہودیوں عیسائیوں کو بتلانا ہوگا کہ، امی صاحب کتاب، اور کون ہے۔

اے یہودیو! اے نصرانیو! وہ امی تو محمد رسول اللہ ﷺ ہی ہیں جن کا علم ہمیشہ نبی الامی رہا۔ دنیا میں اور کسی نبی کا لقب یا علم نبی الامی کبھی نہیں ہوا۔

اللهم صل على سيدنا محمد ن النبي الامي واله و بارك وسلم ۔

قرآن ذی الذکر کی پیشین گوئیاں:

جو لوگ قرآن پاک کو تصنیف محمد صلے اللہ علیہ وسلم بتلایا کرتے ہیں، یہ وہ ہیں جو حضور ﷺ کا نبی صادق ہونا تسلیم نہیں کرتے۔

کیا ایسے اشخاص اس امر کی کوئی توجیہہ کر سکتے ہیں کہ ان کی حالت مزعومہ کے ہوتے ہوئے قرآن مجید کیوں کر آنے والی مغیبات کو بیان کرتا اور زمان پیشین (مستقبل) کے متعلق پیش گوئیوں کا اعلان فرماتا ہے۔

اتمام حجت منکرین اور انشراح صدر مومنین کے لئے ان پیشین گوئیوں کا ذکر بطور تذکرہ کیا جاتا ہے، جو قرآن مجید سے ثابت ہیں اور چودہ صدیوں کا عہد طویل شہادت دے گا کہ نزول قرآن پاک کے بعد سے آج تک ان میں سے کس طرح وہ پیش گوئیاں تمام دنیا کے سامنے حرف بحرف اور ہو بہو پوری ہوتی رہی ہیں۔

قرآن عظیم کے متعلق سات پیشگوئیاں:

اول قرآن کریم کی نظیر کوئی نہ بنا سکے گا۔

قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل هذا القران لا یاتون بمثله ولو کان بعضهم لبعض ظهیرا

اے رسول ﷺ! سب سے کہہ دیجئے کہ اگر سب انسان اور جن بھی مجتمع ہو جائیں، اور ایک دوسرے کی مدد و اعانت بھی کریں، اور پھر وہ اس قرآن جیسی کوئی کتاب بنانا چاہیں، تو وہ ہرگز ہرگز ایسا نہیں کر سکیں گے۔

الفاظ دعویٰ کی شوکت اور قوت غور کرنے سے بخوبی واضح ہو جاتی ہے۔

عہد نبوت:

قرآن پاک کو کلام محمد ﷺ کہنے والے ذرا غور کریں کہ زہیر و نابغہ، امرءالقیس و عنتر جیسے لوگوں کے لئے دعویٰ کتنا ذلیل کن ہے۔ وہ...... جو اپنے کلام کو ہرن کی جھلیوں پر آب زر سے لکھواتے اور بایام حج عام دیوار کعبہ پر آویزاں کیا کرتے تھے، کیوں اس دعوے کے بطلان پر آمادہ نہ ہوئے......... وہ ابولہب، ابوجہل، کعب بن اشرف، سلام اور مشکم جیسے قرشی و یہودی جنہوں نے اسلام کو تباہ کرنے کی دھن میں مال وزر اور نفوس و اولاد کو قربان کر دیا تھا۔ کیوں ایسی آسان تدبیر کی جانب متوجہ نہ ہوئے۔

کیسی عجیب بات ہے کہ ایک شخص جوان ہی میں پلا اور بڑھا ہے، اور جو وہی زبان بولتا ہے، جو ان سب کی ہے، اور پھر وہ ان سب کے پیارے مذہب اور مرغوب رسوم اور پسند کردہ عادات اور ان کے برگزیدہ معبودوں کے خلاف جوش دلانے والے الفاظ کا استعمال کر رہا ہے، اور اپنی صداقت کی تائید میں ایک کلام کو جو اس کے منہ سے نکلا ہے بطور دلیل پیش کر رہا ہے۔ ان سب کی موجودگی میں بھی کوئی شخص اس جیسی زبان نہیں بول سکتا اور کوئی شخص بالمثل کلام پیش کر کے اس کی تحدی کو باطل نہیں ٹھہرا سکتا۔

عہد حاضرہ:

اچھا اس وقت کا ذکر چھوڑو، اب زمان حاضرہ پر نگاہ ڈالو۔ شام، بیروت، دمشق، مصر اور فلسطین میں لاکھوں عیسائی اور یہودی موجود ہیں جن کی مادری زبان عربی ہے، جو عربی زبان میں نثر و نظم لکھنے پر قادر ہیں، جن کی ادارت میں اخبار و جرائد اور رسائل اشاعت پذیر ہیں وہ آج کیوں اس دعویٰ قرآن کے مقابلے میں کھڑے نہیں ہو جاتے۔ ان میں تو ایسے ایسے ادیب و ماہر زبان بھی موجود ہیں۔ جنہوں نے لغات عربیہ پر قطر المحیط۔ المنجد، اقرب الوارد اور المحیط جیسی کتابیں لکھ ڈالی ہیں وہ کیوں قرآن جیسی کتاب لکھنے کی سعی نہیں

کرتے؟ وہ کیوں دس سورتوں کے برابر نہیں لکھتے، وہ کیوں ایک ہی سورۃ کے برابر لکھنے کی جرأت نہیں کرتے؟

حقیقت یہ ہے کہ جو کوئی شخص جتنا زیادہ عربیت کا ماہر اور ادب میں ید طولیٰ رکھنے والا ہے اس پر اتنا ہی زیادہ رعب کلام قرآنی کا غالب آجاتا ہے۔

آج عیسائیت کی اشاعت میں کروڑوں، اربوں روپیہ پانی کی طرح بہایا جاتا ہے لیکن جس شے کو قرآن مجید نے تحدی بنایا اس پر کوئی بھی قلم اٹھانے کا حوصلہ نہیں کرتا......

معترض عہد نبوی ﷺ کے متعلق شاید یہ کہہ سکتا تھا کہ محمد ﷺ نے اپنے وقت کے مشہور مشہور زبان آوروں کی قابلیت کا اندازہ کرنے کے بعد ایسا دعویٰ کردیا ہوگا......لیکن وہ اس ساڑھے تیرہ صدیوں کے زمانہ کی خاموشی کی بابت کیا توجیہہ پیش کرسکتا ہے۔

دوسری پیشگوئی:

کہ قرآن مجید ہمیشہ محفوظ رہے گا۔

انا نحن نزلنا الذكر و انا له لحافظون.

ہاں ہم نے ہی اس قرآن کو اتارا ہے، اور ہم ہی اس کی حفاظت بھی ضرور ضرور رکھیں گے۔اس وعدہ کی وقعت اور حفاظت قرانی کی عظمت۔

الف: اس وقت سمجھ میں آتی ہے، جب صحف سابقہ کا تھوڑا سا حال معلوم ہوجائے۔

(۱) توراۃ موسیٰ علیہ السلام کا خمیر مایہ وہ دو الواح تھیں جو موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور پر لکھی لکھائی دی گئی تھیں۔ ہر دو الواح، اسی وقت ٹوٹ پھوٹ گئی تھیں۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے میدان میں آکر لشکر کو گوسالہ پرستی میں مصروف پایا تھا۔کلیم اللہ غیرت ایمانیہ سے بے تاب ہوگئے، لوحیں پھینک دیں اور بھائی کو جا پکڑا۔

اس واقعہ کے بعد یہ احکام عشرہ اور دیگر احکام شریعت موسیٰ علیہ السلام ہی کی

حیات میں لکھے گئے۔ (استثناء باب ۲۵) یہی ایک نسخہ تھا، جس کی بابت توقع کی جاسکتی ہے کہ داؤد علیہ السلام کے عہد تک خیمہ عبادت میں بحفاظت موجود رہا ہو۔ لیکن سلاطین اول (باب ۸) سے ظاہر ہے، کہ جب عہد کا صندوق خیمہ عبادت سے ہیکل سلیمانی میں لایا گیا تو پتھر کی دو شکستہ لوحوں کے سوا صندوق میں اور کچھ نہ تھا۔

اب ہم کو بلا کسی سند کے فرض کر لینا چاہیے کہ سلیمان علیہ السلام نے کس طرح تورات کی شریعت کو جمع کر لیا ہوگا۔ لیکن یہ مسلمہ ہے کہ ہیکل میں جو نسخہ بھی موجود تھا۔ اسے بھی بخت نصر نے ہیکل کے ساتھ ہی جلا ڈالا تھا۔ یہ حادثہ ہائلہ 586 ق م میں واقع ہوا۔

داراشاہ ایران کے عہد میں زروبابل وغیرہ سرداران بنی اسرائیل نے ہیکل کو از سرنو تعمیر کیا تھا۔ کتاب کی بھی تلاش ہوئی مگر نہ ملی (دیکھو کتاب عزیر)۔ تب حضرت عزیر علیہ السلام نے اپنی یادداشت اور حجی وزکریا کی امداد سے پھر کتاب کو تیار کیا جسے یہودی توراۃ کہتے ہیں۔

اسی کا ترجمہ یونانی زبان میں ابن توکس کے حکم سے ہوا یہ واقعہ ۳۰۰ ق م کا ہے۔

پھر ابن توکس چہارم کے وقت میں جب یہ بادشاہ ملک مصر پر حملہ آور ہوا تھا، اس کے سپہ سالار نے اس نسخہ کو اور ہیکل کو جلا ڈالا۔ یہودیوں کی تمام کتابوں کی تلاش کی گئی، اور سب کو سوخت کر دیا گیا، اور یہودیوں کو بت پرستی کا حکم دیا گیا۔ یہ واقعہ ۱۶۶ء ق م کا ہے۔ ایک بوڑھا کاہن اپنے تین فرزندوں کے ساتھ جان بچا کر اپنے وطن شہر موٓدن کو بھاگ گیا تھا، اس کے فرزند مفائیس نے ایک کتاب دو جلدوں میں لکھی جو اسی کے نام سے مشہور ہے، اور یہود کے چند فرقے اسی کو آسمانی کتاب تسلیم کرتے ہیں۔

واقعات بالا پر پورا غور کرو۔ اصلی کتاب کے محفوظ رہنے کی کوئی بھی اصلیت نظر نہیں آتی۔

(۲) اب انجیل کی سرگذشت سنو۔ انجیل کے نام سے عیسائیوں میں چار کتابیں مشہور

ہیں۔ انجیل متی، انجیل مرقس، انجیل لوقا، انجیل یوحنا۔ متی کی انجیل سب سے پہلے عبرانی زبان اور شہر یہودا (واقع شام) میں لکھی گئی۔ لیکن اس عبرانی نسخہ کا وجود دنیا سے ناپید ہے۔ اس کا ایک ترجمہ یونانی زبان کا ملتا ہے، لیکن کوئی عیسائی پادری نہیں بتا سکتا کہ یہ ترجمہ کب کیا گیا، اور کس شخص نے کیا۔

موجودہ کتاب کا یہ حال ہے کہ اس کے باب اول و دوم کو شارح انجیل نورٹن صاحب نے بمقابلہ لوقا صحیح تسلیم نہیں کیا۔ بلکہ اقرار کیا ہے کہ یہ دونوں باب اصل مصنف کے لکھے ہوئے نہیں (کتاب الاسناد صفحہ ۵۳ نسخہ مطبوعہ ۱۸۳۷ء)

لوقا مصنف انجیل پولوس کا شاگرد ہے۔ اس نے مسیح کو نہیں دیکھا اور اس کے استاد نے بھی مسیح کی زندگی میں اس کی مخالفت ہی کی۔ لوقا نے اپنی انجیل انطاکیہ شہر میں بزبان یونانی لکھی تھی۔ لوقا نے اپنی انجیل کے شروع میں تحریر کیا ہے، کہ وہ واقعات کو صحت کے بعد تحریر کرتا ہے۔ بزرگوار لوقا کے اس خیال کے بعد یہ امید کرنا بالکل درست تھا کہ واقعات مندرجہ انجیل لوقا ضرور ہی صحیح ہوں گے۔ لیکن انجیل کا وہی شارح فاضل نوٹن لکھتا ہے۔

جن اعجازی باتوں کو لوقا نے لکھا ہے ان میں جھوٹی روایتیں بھی شامل ہو گئی ہیں، اور اس کے لکھنے والے نے شاعرانہ مبالغہ سے اندراج کیا ہے اور اس زمانہ میں سچ کو جھوٹ سے تمیز کرنا مشکل ہے۔ (کتاب الاسناد صفحہ 21)

قابل غور یہ بات ہے کہ جس کتاب میں سچ سے جھوٹ کا تمیز کرنا بھی مشکل ہو جائے وہ کہاں تک محفوظ کہلانے کی مستحق ہے۔

مرقس شمعون پطرس کا شاگرد ہے اس نے بھی انطاکیہ ہی میں اپنی کتاب کو یونانی زبان ہی میں لکھا۔ مرقس اور لوقا کے مضامین میں بہت اختلاف ہے۔

یوحنہ بن سبذائی کی انجیل غالباً بلحاظ سنہ تصنیف سب سے آخری ہے اس نے بھی اپنی کتاب کو یونانی زبان ہی میں لکھا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ مسیح کا شاگرد تھا۔ لیکن اس کی تصنیف

میں یونانیوں کے قدیم عقیدہ کا بہت اثر شامل ہے۔

تمام عیسائیوں کا اجماعی عقیدہ ہے کہ اناجیل اربعہ میں سے کوئی بھی انجیل مسیح پر منجانب اللہ نازل شدہ نہیں، بلکہ یہ کتابیں انہی مصنفین کی تصنیف ہیں جن کے نام سے یہ منسوب ہیں۔ اب ان کتابوں کا تقدس اس طرح قائم کیا جاتا ہے کہ ان مصنفین نے ان کتابوں کو روح القدس کی مدد اور پادری سے لکھا تھا۔ اگر یہ امر صحیح ہے تو ان چاروں کے مضامین میں تناقض اور تضاد نہیں ہونا چاہیے۔ لیکن ان میں اتنا تناقض موجود ہے کہ تطبیق دینا سخت دشوار ہے۔ آدم کلارک، نورٹن اور ہارن صاحب انجیل کے مشہور شارح ہیں۔ تینوں کا متفقہ قول ہے کہ تطبیق کی کوئی صورت موجود نہیں، پادری فرنچ کو اقرار ہے کہ ان انجیلوں کی چار پانچ آیتوں میں تحریف بھی ہوئی ہے، نیز وہ بھی اقرار کرتا ہے کہ ان میں چھوٹی موٹی تیس ہزار غلطیاں موجود ہیں۔

چاروں انجیلوں کا مجموعہ ایک سو صفحہ سے زیادہ نہیں ایک سو صفحے کی تحریر میں جب تیس ہزار غلطیاں موجود ہوں تو کتابوں کے محفوظ رہنے کا خیال کرنا بھی عقل سے دور ہے اور اس سے زیادہ نتیجہ اخذ کرنا ہمارے اس مضمون کے موضوع سے زائد ہے۔

(۳) اب پارسیوں کی کتاب کا حال سنو۔ ایرانی قوم بڑی قدیم قوم ہے، ان کی کتابیں کبھی موجود ہوں گی۔ لیکن کتاب ژند (۱) تو زرتشت کے عہد سے بھی پہلے نادر الوجود ہو چکی تھی۔ کہتے ہیں کہ کتاب ژند کے پچیس باب تھے، اور اب صرف انیسواں باب، دندیدار، پایا جاتا ہے ژند کے بعد اس کا درجہ پاژند نے حاصل کر لیا، لیکن سکندر ماکدونی (۲) کی فتح

(۱) ژند کے معنی وہ سنگ چقماق ہے جس سے آگ نکلتی ہے۔ کتاب کا نام اس لیے ژند ہوا کہ اس کے اندر بھی روشنائی موجود ہے۔ اس کا شرح کا نام پاژند ہوا، پاژند وہ لوہے کی کیل ہے جو چقماق پر آگ نکالنے کے لیے ماری جاتی ہے۔ اس کی شرح کا نام استا ہوا۔ (سخندان پارس۔ ص ۲۶)

(۲) مقدونیہ کا سکندر اعظم۔

ایران کے بعد وہ بھی عنقا ہوگئی۔ سکندر کے بعد تین سو سال تک طوائف الملوکی رہی اور مذہبی حالت بھی بہت خراب تھی۔ جب اردشیر بابکان ایران کا بادشاہ بنا، تب ژندو پاژند کی جگہ دساتیر لکھی گئی، اور اسی کو آسمانی کتاب کا درجہ دیا گیا۔ لیکن جب مانی نے اپنا مذہب چلایا تب دساتیر کو بھی تلف کر دیا گیا۔ مانی کے بعد مزدک نے اپنا مذہب ایجاد کیا، اور اس نے پارسیوں کی کتابوں کو اچھی طرح سے تباہ اور نابود کر دیا۔ یہ سب واقعات اسلام سے پہلے کے ہیں۔

دساتیر کے متعلق اہل تحقیق کا بیان ہے کہ وہ صرف دعاؤں کا مجموعہ ہے، صبح و شام کو پڑھے جانے والی وہ دعائیں اس میں درج ہیں۔

استا کی بابت یہ بھی مشہور ہے کہ وہ نزول قرآن کے بعد لکھی گئی اور اسی کتاب کے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا ترجمہ ثبت کیا گیا۔ بنام ایزد بخشائندہ بخشہ انش گر مہربان دادگر، اسی فقرہ کا ترجمہ قدیم دری زبان میں کر دیا گیا، تا کہ اس کی قدامت بہت قدیم ہو جائے۔ خرشید شمتائے ہرشندہ ہرششگر زمربان فرد بیدار۔

مندرجہ بالا حالات سے پتہ لگ جاتا ہے کہ سکندر کی غارتگری کے بعد اس قوم کے پاس کوئی ایسا صحیفہ موجود نہ تھا جو آسمانی کہلانے کا مستحق ہو۔

(۴) ہندوستان میں نہایت قدیم کتاب وید، سمجھی جاتی ہے۔ وید کی عزت کو آریہ اور سناتن دھرمی دونوں تسلیم کرتے ہیں۔

اس اجمالی اقرار عظمت کے بعد آریہ اور سناتن دھرمیوں میں اختلاف ہو جاتا ہے۔ آریہ کہتے ہیں کہ وید صرف منتر بھاگ کا نام ہے۔

سناتن دھرمی کہتے ہیں کہ برہمن بھاگ بھی اصلی وید ہے۔ برہمن بھاگ اپنے حجم کے اعتبار سے منتر بھاگ سے دو چند زیادہ ہیں، اس اختلاف کا نتیجہ یہ ہوا کہ وید کو ماننے والی قومیں یا تو 2/3 حصہ وید کو اصل سے خارج کر رہی ہیں۔ یا 2/3 حصہ حجم کو وید اصلی میں

داخل کر رہی ہیں اور بہر دوصورت کتاب مذکور کا غیر محفوظ ہونا ثابت ہو جاتا ہے۔ زمانہ حاضرہ میں سب ہندو کہتے ہیں کہ وید چار ہیں مگر منو جی مہاراج کی سمرتی میں صرف تین ویدوں رگ، یجر، سام کا نام آیا ہے چوتھے وید اتھرو کا نام نہیں آیا۔

سنسکرت کی اور بھی قدیم ترین کتابیں ایسی ہیں جن میں قریباً (32) کتابوں پر اسم وید کا استعمال کیا گیا ہے۔

.... سب ہندو وید کو خدا ساز بتاتے ہیں، مگر نیائے درشن کا مصنف گوتم وید کو کلام انسان بتاتا ہے۔ گوتم اس درجہ کا شخص ہے کہ اس کا شاستر چھ شاستروں میں سے ایک ہے اور ان ہر شش شاستروں کو بطور مسلمہ آریہ وسناتنی سب تسلیم کرتے ہیں۔

ہندوستان کے مذاہب قدیم میں سے جین مت بھی ہے۔ جینی لوگ وید کے ایک حرف کو بھی صحیح نہیں سمجھتے، اور وید کا آ کاس بانی ہونا بھی وہ قطعاً تسلیم نہیں کرتے، یہ لوگ بھی اپنی قدامت کو ویدوں کے زمانے سے ماقبل کی بتاتے ہیں، اور اپنی کتابوں کو وید سے قدیم تر ظاہر کرتے ہیں۔

ہمارے ان مختصر مختصر فقرات سے ناظرین بخوبی سمجھ گئے ہوں گے کہ حفاظت الٰہیہ نے مندجہ بالا کتب میں سے کسی کا ساتھ نہیں دیا، اور اسی لئے ہر ایک کتاب کے وجود یا اجزائے وجود پر خود اسی مذہب کے اشخاص نے شک وگمان اور ظنون واوہام کے غلاف چڑھا رکھے ہیں۔

قدرت الٰہیہ نے نہ صرف یہی کیا کہ کتابوں کی حفاظت نہیں کی بلکہ اس زبان اور لغت کی حفاظت بھی چھوڑ دی جن میں یہ کتابیں لکھی گئیں یا نازل کی گئی تھیں۔

ذرا غور کرو عبرانی جو توراۃ کی زبان تھی، اور خالدی یا کالدی جو مسیح کی زبان تھی۔ اور دری جوژند اور پاژند کی زبان تھی، اور سنسکرت قدیم جو وید کی زبان تھی۔ اب دنیا کے کسی پردے پر کسی براعظم یا کسی ملک، یا کسی ضلع یا کسی شہر میں بطور زبان مستعمل ہیں؟ قدرت نے

ان السنہ (زبانوں) کو ناپید کرنے سے اپنا فیصلہ قطعی صادر کر دیا ہے کہ اب انسان کو ان کتابوں کی ضرورت نہیں رہی جو ان زبانوں میں مروج کی گئی تھیں۔

دوم: اس حفاظت الہیہ کا اندازہ کرو جو قرآن مجید کے متعلق ہے کہ اس کا زیر زبر اور حرف حرف توالی وتواتر کے ساتھ ثابت شدہ ہے، ملک چین میں ایک ایک حرف پورے یقین کے ساتھ اسی طرح پایا جاتا ہے جیسا کہ مراکو میں موجود ہے۔

اگر حفاظت الٰہی خود کارفرما نہ ہوتی تو ایک ایسی کتاب میں ہزاروں غلطیوں کا ہو جانا نہ صرف ممکن بلکہ ضروری تھا جس کا پیش کرنے والا (ولا تخطہ بیمینک) سے مخاطب ہو (آپ تو اپنے دہنے ہاتھ سے خط کھینچنا بھی نہیں جانتے)۔ برہان بالا حفاظت الٰہی کے متعلق قطعی ہے۔

مناسبت مقام سے ہم قرآن مجید کے حروف کے متعلق ایک یادداشت پیش کرتے ہیں۔ حروف کا اندراج اس لئے کیا جاتا ہے کہ تعداد سورۃ ورکوعات وآیات وغیرہ کے متعلق اعداد وشمار عموماً ہر ایک مصحف پر درج ہوتے ہیں۔

نقشہ شمار حروف تہجی

جتنی بار ہر ایک حرف قرآن مجید میں آیا ہے(۱)

حرف	تعداد	حرف	تعداد
الف	48992	ب	12228
ت	2404	ث	3105
ج	4232	ح	4120
خ	2105	د	5973
ذ	4739	ر	13240
ز	3580	س	5976
ش	2115	ص	20083

(۱) منقول از دستور العلماء جلد دوم مصنفہ قاضی الفاضل عبد النبی احمد نگری

ض	682	ط	1307
ظ	782	ع	9274
غ	9211	ف	4418
ق	6612	ک	10628
ل	33520	م	36515
ن	44190	و	35589
ہ	16070	ي	45909

امیرالمومنین عثمان اور حفاظت رسم الخط قرآن:

اس برہان کے خاتمہ پر تکمیل مدعا کی غرض سے یہ بھی لکھ دینا ضروری ہے کہ امیرالمومنین سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے بھی حفاظت قرآت وکتابت قرآنی میں بہت بڑی خدمت کو انجام دی۔ انہوں نے نبی ﷺ کے کاتب وحی زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی نگرانی میں سات قرآن مجید لکھوائے اور ان کو سات نائبان سلطنت کے پاس اپنے دستخط اور مہر رسالت سے مزین کر کے بھیجوایا۔ اس سے بھی حفاظت قرآن پاک ہی مدعا تھا تاکہ رسم الخط میں بھی آئندہ کوئی نئی بات پیدا نہ ہو سکے۔ کاتب وحی کا قلم اور خلیفہ راشد کے دستخط اور مہر رسالت سے مزین شدہ قرآن آئندہ زمانہ کے کاتبین کے واسطے صحت ونقل ومقابلہ کے لئے بے بہا گوہر تھا، آج کل تو وجادہ ہی پر نقول کا اعتبار چلتا ہے۔

نقل اور طریق وجادہ:

یعنی کسی کتاب کی صحت کا اعلیٰ معیار یہ ہے کہ وہ اس نسخہ کے مطابق ہو جس سے نقل کی گئی ہے لیکن یہ امر کہ منقول عنہ کی صحت کا ثبوت کیا ہے مفقود ہے۔ خلیفہ راشد رضی اللہ عنہ نے نقل وصحت میں شک واختلاف مٹانے کے لئے اصل شے قائم کر دی تاکہ بحالت

ضرورت اسی کی جانب رجوع کیا جائے۔ یہ قرآن مجید ہی کی خصوصیات میں سے ہے دنیا کی اور کسی مقدس کتاب کو یہ درجہ حاصل نہیں۔

اعتراض اور اس کی اصلیت:

معترضین اسلام نے چاہا کہ اس واقعہ کی صورت بگاڑ کر کچھ فائدہ اٹھائیں۔ جھٹ کہہ دیا کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن میں تصرف کیا تھا۔ ان کوتاہ فہم لوگوں کو نہ اس عہد کے اسلامی ممالک کی حالت معلوم ہے اور نہ قرآنی ترویج کی خبر ہے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ، اور ممالک اسلام کے باہمی تعلقات کا بھی ان کو علم نہیں۔ اگر ان سب باتوں کا علم ہوتا تو وہ یہ بات زبان پر نہ لاتے۔

نماز اور قرأۃ:

سب جانتے ہیں کہ اسلام میں پانچ نمازیں فرض ہیں۔ جن میں سے تین میں قرآن مجید باآواز بلند پڑھا جاتا ہے، اور چونکہ ہر شخص مجاز ہے کہ جہاں سے وہ چاہے، جتنا چاہے قرأۃ کر لے۔ اس لئے دنیا پر پھیلے ہوئے کروڑوں انسان صدہا مقامات، مختلف اجزاء وسورہ سے قرآن حمید کی قرأت روزانہ کیا کرتے ہیں، ایک پڑھتا ہے، اور بیسیوں، سینکڑوں مقتدی سنا کرتے ہیں، اقتداء کرنے والوں میں بھی بہت تعداد ان لوگوں کی ہوتی ہے جن کو خود بھی وہ آیات جو امام نماز میں پڑھ رہا ہے، یاد ہوتی ہیں۔ یہ طریقہ عہد نبوی سے جاری تھا۔ اور ہر شہر، ہر قصبہ، ہر قریہ میں برابر اسی پر عملدرآمد رہا۔

نسخہ جات قرآنی کی اشاعت:

خلافت عثمانی سے پیشتر قرآن پڑھنے والوں کی تعداد کروڑوں پر پہنچ گئی تھی، اور اس کے نسخے الوف صا لوف بستیوں میں موجود تھے۔ اس لئے عثمان رضی اللہ عنہ کے حیطہ اقتدار سے باہر تھا کہ وہ سب کی زبانوں، سب کے دماغوں اور سب کی کتابوں پر قبضہ کر کے

ایک بھی لفظ کی کمی بیشی کر سکتے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ان سے مسائل فقہیہ میں اختلاف، جمہور:

ہاں ہم کو وہ مسائل فقیہہ بھی معلوم ہیں جن میں صحابہ کا اختلاف عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے تھا۔ مثلاً منیٰ میں پوری نماز پڑھنا اور قصر نہ کرنا اور محرم کا کسی غیر محرم کے شکار کو استعمال کر سکنا۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ ایسے چھوٹے چھوٹے مسائل میں بھی بعض صحابہ نے ان کا خلاف کیا، اور ہر ایک اپنے اپنے اجتہاد فقہی پر محکم رہا تو پھر کیوں کر ممکن ہوسکتا ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ قرآن مجید کے متعلق کوئی خودساز تبدیلی کرتے اور صحابہ اس پر خموش رہ جاتے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور اہل مصر کی بغاوت:

اس سے بھی بڑھ کر ہم دیکھتے ہیں کہ اہل مصر نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعض افعال پر نکتہ چینی کی۔ ان کو بیت المال کا اسراف سے خرچ کرنے والا یا اپنی قوم کو بہت زیادہ عہدہ ومناصب دینے والا بتلایا ہے، اور انہی امور پر اہل مصر نے ایسی بغاوت کی کہ اس کا اختتام امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ، کی شہادت پر ہوا۔ لیکن ہم کسی مصری اور اس عہد کے کسی اور رشدید البغض انسان کو بھی قرآن مجید کے متعلق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، کی شان میں ایک حرف کہتا ہوا بھی نہیں سنتے۔

خلافت مرتضوی اور مصحف عثمانی:

سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان کے بعد خلیفہ ہوتے ہیں، اور وہ اپنی تمام خلافت کے زمانہ میں قرآن کی ترتیب عثمانی میں کوئی تبدیلی نہیں کرتے اور، نہ اس ترتیب کے خلاف کوئی لفظ زبان سے نکالتے ہیں بلکہ ہمیشہ نمازوں اور وعظوں میں اسی قرآن کا ورد فرماتے ہیں۔

رفع مصحف کا واقعہ صفین میں:

امیر المومنین سیدنا علی مرتضےٰ اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے مابین جنگ صفین ہوتی ہے، اہل شام قرآن مجید کو بلند کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ہمارے تمہارے درمیان یہ قرآن مجید حَکَم ہوگا، اس وقت حزب مرتضوی میں سے کوئی ایک بھی یہ نہیں کہتا کہ اہل شام کے قرآن پر کیا اعتماد ہے، حالانکہ فریق برسر جنگ کو اگر ذرا بھی گنجائش ایسے لفظ کہنے کی مل جاتی تو وہ محارب کی اس تدبیر کو کالعدم کرسکتا تھا۔ لیکن شامیوں کے پیش کئے ہوئے قرآن کو قرآن ماننا پڑا اور عارضی صلح منعقد ہوگئی۔

ان واقعات سے معلوم ہو جاتا ہے کہ امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ نے حفاظت قرآن کے متعلق ایسی خدمت ادا کی جس پر تمام عالم اسلام کا اتفاق تھا۔ جاہل و عالم، دانا و نادان، دوست و دشمن ان کے اس فعل حمیدہ میں ذرا بھی شک نہ رکھتے تھے، اور یہ اتفاق کامل صرف قرآن مجید ہی کے متعلق حاصل ہے، اور یہ بھی ایک زبردست خصوصیت حفاظت کتاب حمید کی ہے۔

تیسری پیشگوئی:

ان علینا جمعه و قرانه فاذا قرانه فاتبع قرانه

قرآن کا جمع کرنا اور قرأت کا درست رکھنا بھی ہمارا ذمہ ہے، اے رسول! جس قرأت سے قرآن پڑھا جائے، آپ اس پر کاربندر ہیں۔

قرآن مجید کے احکام وقتاً فوقتاً نازل ہوتے تھے، اس لئے اس کتاب کی ترتیب و تدوین مشکل کام تھا۔ لیکن اس کام کو بھی رب العالمین نے اپنے ہی ذمہ لیا۔ جیسا کہ دنیا میں بھی ہر ایک مصنف کتاب اپنی تصنیف کی ترتیب و تدوین کا کام خود سرانجام دیا کرتا ہے، یہی سبب ہے کہ بعد ازیں کسی ایک آیت کی بھی تقدیم و تاخیر نہیں ہوئی۔ مشرق سے لے کر مغرب

تک تمام دنیا ایک ہی ترتیب کے ساتھ قرآن مجید کی قرأت کر رہی ہے، اس پیش گوئی سے واضح ہو گیا کہ جمع وترتیب کی جو صورت موجودہ دنیا میں پائی جاتی ہے وہ ٹھیک اسی ترتیب اور قرأۃ کے موافق ہے جو علم الٰہی اور قرأت سماوی میں ہے یہ وہم کہ افراد امت میں سے کسی ایک کا خیال اس میں کوئی تصرف کر سکا ہے، بالکل غلط اور باطل بن جاتا ہے۔

چوتھی پیش گوئی:

کہ قرآن مجید حفظ اور یاد رکھا جائے گا۔

بل هو ايات بينا ت فى صدور الذين اوتوا العلم۔ (الآية)

یہ قرآن تو وہ روشن آیتیں ہیں، جو علم والوں کے سینے میں رہتی ہیں۔

ساری کتاب کو حفظ کر لینا ایک اچھوتا خیال تھا۔ کیوں کہ قرآن مجید سے پیشتر دنیا میں کوئی کتاب حفظ نہ کی گئی تھی۔ اس لئے اس خیال کا پیدا ہونا ہی اس کے الہامی ہونے پر دلیل ہے۔ اس پیش گوئی کے مطابق ہر ملک، ہر صوبہ، ہر ضلع اور ہر شہر میں حفاظ قرآن کی کافی تعداد پائی جاتی ہے، جو اس صحت اور اتقان اور یقین واثق کے ساتھ تلاوت قرآن پاک کرتے ہیں کہ ان کی قرأت سے مطبوعہ کتابت کی صحت کی جاتی ہے، مگر ان حفاظ کو مطبوعہ یا قلمی کتاب سے صحت کرنے کی کبھی ضرورت نہیں پڑتی۔ اگر کسی حافظ کو اپنے پڑھنے میں کہیں شبہ پڑے گا تو وہ اس کی صحت دوسرے حافظ ہی سے جا کر کر لے گا۔

یہ ایسی زبردست پیش گوئی ہے کہ تمام دنیا اس کی نظیر لانے سے عاجز ہے، حفاظت کا ایسا انتظام بالکل لاثانی ہے اور محض منجانب اللہ تعالی ہے۔

پانچویں پیش گوئی:

کہ قرآن مجید کا حفظ کر لینا آسان ہوگا۔

ولقد يسرنا القران للذكر

ہم نے قرآن کو یاد کے لیے آسان بنادیا ہے۔

پیش گوئی چہارم کے تحت میں تحریر کیا گیا تھا کہ ساری کتاب کو حفظ کرنے کا خیال ہی بالکل اچھوتا تھا۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ جب مسلمانوں نے ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں دنیا کی تمام اقوام اور ممالک کے سامنے قرآن مجید کو از بر سنانا شروع کیا۔ تب دوسروں کو بھی امنگ آنی چاہیے تھی۔ دوسروں کو بھی ایسا کرنے کا جوش پیدا ہونا چاہیے تھا۔ کہ وہ بھی اپنے مذہب کی کتاب کو حفظ کر لیتے کیوں کہ ان کے سامنے یہ نظیر موجود تھی۔

مگر کوئی بھی ایسا نہ نکلا، نہ یہودی، نہ عیسائی، نہ پارسی، نہ ہندو اور نہ کوئی اور جس نے اپنے پسندیدہ مذہب کی پسندیدہ کتاب کو حفظ کر لیا ہو۔ اس کی وجہ خود قرآن پاک نے بتلا دی ہے کہ یہ خصوصیت بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید ہی میں رکھ دی ہے کہ وہ یاد کرنے والوں کو جلد اور آسانی سے یاد ہو جاتا ہے۔

غور کرو کہ رب العالمین نے اور کسی کتاب کے اندر (خواہ کسی زمانہ میں وہ کلام آسمان ہی سے زمین پر اُتارا گیا تھا) یہ خصوصیت، یہ خاصیت اور یہ مابہ الامتیاز رکھا ہی نہیں۔ اس لئے کوئی دوسری کتاب کسی اور مذہب والے کو از بر یاد کیوں کر ہو سکتی تھی، اور کیوں کر کوئی شخص حفظ قرآن کی طرح ایسی صحت ایسے یقین کے ساتھ اپنی کتاب کو حافظہ سے سنانے کی جرأت کر سکتا تھا۔

یہ ہے قدرت کی زبردست طاقت اور یہ ہے فطرت انسانی کی اصل منشاء کا راز جس کے مقابلہ سے دنیا عاجز ہے۔

چھٹی پیش گوئی:

کہ قرآن مجید کی کتابت جاری رہے گی، اور کتاب کی شکل میں اس کی اشاعت ترقی پر رہے گی۔

وکتاب مسطور فی رق منشور۔

قسم ہے کتاب کی جو لکھی گئی ہے، اور پاک وصاف صحیفہ میں اشاعت پاتی ہے،
رق اس باریک جھلی کو کہتے ہیں جو کتابت کے لئے خاص طور پر بنائی جاتی ہے، اور
باریک سفید پاکیزہ صحیفہ (بیاض) کو بھی جو لکھنے کے لئے تیار کی جائے (المنجد)
اس آیت میں قرآن مجید کو کتاب بھی فرمایا اور مسطور بھی اور پھر اسی کو منشور بھی
بتایا۔ کون نہیں جانتا کہ نشر کے معنی میں بسط اور امتداد شامل ہیں، اور اسی کو آج ہم لفظ
اشاعت سے تعبیر کرتے ہیں۔

ساتویں پیش گوئی:

کوئی باطل یا بطلان قرآن مجید کے نزول میں یا آئندہ کسی عہد میں اس کے سامنے
نہ ٹھہر سکے گا۔

لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ تنزیل من حکیم
حمید (حم سجدہ)

باطل اس کے آگے یا پیچھے سے نہ آئے گا۔ یہ تو خدائے حکیم محمود کی طرف سے
نازل کیا گیا ہے۔

فلسفہ قدیم (باطل بین یدیہ) اور فلسفہ جدید (باطل من خلفہ) نے بہت زور مارا مگر
قرآن حکیم کے سامنے نہ ٹھہر سکا۔ اور اس کے کسی ایک مضمون اور کسی ایک اصول کا بھی
مقابلہ نہ کر سکا۔ نہ فلسفہ قدیم نے اس میں سے کچھ گھٹایا نہ فلسفہ جدید نے کچھ بڑھایا۔ یہ ایسی
مکمل کتاب ہے کہ اس میں اب کسی دخل کی گنجائش ہی نہیں۔

اسلام کے متعلق چار پیش گوئیاں:

پہلی پیش گوئی: منکروں کی نفرت وکراہت کے ہوتے ہوئے بھی اسلام کی ہدایت و
حقانیت غالب ہوتی رہے گی۔

هوالذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله ولو کره المشرکون۔

اللہ کی شان یہ ہے کہ اس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ وہ اسے سب دینوں پر غالب کر لے اگر چہ مشرک لوگ کیسا ہی برا مانتے رہیں۔

جنوبی عرب اور عیسائیت:

بعثت نبوی کے وقت عرب کی پولیٹیکل حالت یہ تھی کہ اس کے جنوب پر سلطنت حبشہ کی حکومت تھی، اور شمالی اقطاع پر روما کی سلطنت کا قبضہ تھا، یہ دونوں عیسائی سلطنتیں تھیں۔ عیسائیت اگر چہ عرب میں 330ء میں داخل ہو گئی تھی، اور بنو غسان عیسائی بن گئے تھے، مگر رفتہ رفتہ عراق، عرب، بحرین، صحرائے فاران اور دومتہ الجندل پر بھی یہی مذہب حکمران ہو گیا تھا۔ پروفیسر سیڈیو لکھتا ہے کہ 395ء سے 513ء تک عرب میں اشاعت عیسویت پر بہت ہی زور لگایا گیا تھا۔

لیکن اسلام نے چند ہی سالوں میں اس پر غلبہ حاصل کر لیا، اور یہ جملہ ممالک دین حقہ میں شامل ہو گئے۔

عرب اور یہودیت:

یہودی عرب میں اس وقت آئے جب یونانیوں اور سیریانیوں نے ان کو اپنے ممالک سے نکال دیا تھا۔ ان کا مذہب حجاز اور نواحی خیبر اور مدینے میں پھیل گیا تھا۔ اور اس نے استحکام بھی حاصل کر لیا تھا۔ اسلام کے آتے ہی اس کا بھی چار صد سالہ قبضہ عرب سے بالکل اٹھ گیا۔

مشرقی عرب اور مجوسیت:

عرب کے مشرقی حصہ پر سلطنت فارس کا اثر تھا، اور اس حصہ کا گورنر شاہ ایران کی

منظوری وانتخاب سے مقرر ہوا کرتا تھا۔ مشرقی حصہ میں آتش پرستی کی رسوم اور طریقے خوب رواج پا گئے تھے، تاریخوں میں ان عربوں کے نام بھی لکھے ہیں۔ جنہوں نے مجوسیت کے اثر میں آکر بیٹی اور بہن کو گھر میں ڈال لیا تھا۔ اسلام کی پاک تعلیم کے سامنے یہ مذہب بھی نہ ٹھہر سکا۔

عرب وسطی اور بت پرستی:

حجاز (یا وسط عرب میں) عمرو ابن اللحی شام سے بت لے آیا تھا۔ اور اسلام سے تین صدی پیشتر تمام مشہور مشہور قبائل بت پرست بن گئے تھے۔

عرب اور مذاہب متعددہ:

صابی، دہریہ، منکران قیامت، مادہ پرست، خود پرست اور خوش باش وغیرہ کے نام سے اور بھی چھوٹے بڑے مذاہب تھے، جن کے مقلدین کی تعداد سینکڑوں یا ہزاروں تک پہنچی ہوئی تھی۔

لیظهره علی الدین کله:

اسلام کی حقانیت نے بھی ان لوگوں کو بطلان سے چھڑا لیا یہ ہی معنے لیظهره علی الدین کله کے ہیں جس کا ظہور حضور ﷺ کے عہد اقدس ہی میں ہو گیا تھا۔

دوسری پیشگوئی...... اسلام کے متعلق دوسری پیش گوئی کہ وہ تکمیل واتمام کو پہنچے گا۔

والله متم نوره ولو کره الکافرون

اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا کرلے گا۔ اگرچہ کافر برا مانتے ہیں۔

وعدہ کی زمین پر موسیٰ علیہ السلام داخل نہ ہوئے:

موسیٰ علیہ السلام کی سیرت پاک پر غور کرو اگرچہ ان کے ہاتھ سے ایسی ایسی آیات باہرات کا ظہور ہوا جو اپنا نظیر نہیں رکھتی ہیں، فرعون مصر کو اللہ تعالیٰ نے غارت کیا۔ بنی

اسرائیل کو سمندر چیر کر اس کی خشک زمین پر سے راستہ دیا۔ من و سلویٰ اتارا، دن میں خاک کے بگولے سے ان کی رہنمائی کی۔ اور رات کو اسی بگولے کو ستون نار بنا کر کیمپ کو روشن کیا یہ سب کچھ ہوا۔ مگر مقصد اصلی جو وعدہ کی زمین میں بنی اسرائیل کو پہنچا دینا تھا، وہ ان کی حیات میں مکمل نہ ہوا۔

داؤد علیہ السلام اللہ کا گھر نہ بنا سکے:

داؤد علیہ السلام کی سیرت پاک کو دیکھو ان کو بنی اسرائیل کے دوازدہ اسباط پر حکومت بھی ملی۔ انہوں نے جالوت کو بھی خاک وخون میں سلایا، انہوں نے سموئیل کو بھی نیچا دکھایا۔ شہر بنایا، قلعے تیار کیے لیکن اللہ کا گھر بنانے کی ان کو اجازت نہ ملی۔

مسیح کی سرگرمیاں اور تعلیم کا نامکمل رہ جانا:

مسیح علیہ السلام کی سرگشت کو پڑھو۔ تبلیغ واشاعت کی غرض سے وہ شبانہ روز سفر میں رہے، اپنے ۳ سالہ ایام تبلیغ میں انہوں نے دو شب کسی ایک مقام پر مشکل سے قیام فرمایا ہو گا۔ لیکن پھر بھی یوحنا (باب ۱۶) میں ان کا اعلان بھی تھا کہ وہ مکمل تعلیم نہیں دے سکے اور ساری صداقت اور سچائی نہیں سکھلا سکے۔ ان سب حالات کی موجودگی میں قرآن مجید کا اعلان اور اعلام عام یہ ہے کہ اسلام بالضرور تکمیل واتمام کے مدارج پر پہنچے گا، اور نور اسلام یقیناً اپنے مقاصد میں فائز المرام ہوگا۔

اس آیت کا نزول تو اس وقت ہوا تھا۔ جب مہاجرین وانصار کو اطمینان کے ساتھ روٹی کھانی نہیں ملتی تھی اور نماز بھی دشمن کے حملہ سے بے خطر ہو کر نہیں پڑھی جاتی تھی۔ آہستہ آہستہ اس پیش گوئی کے پورا ہونے کا وقت آ گیا۔ اور اس مبارک دن کا سورج نکلا جس روز اللہ کے..........

مادی دنیا کی انتہائی بلندی سے روحانیت کی آواز:

نبی ﷺ نے عرفات کے میدان میں وہاں کی سب سے بلند پہاڑی (کوہ رحمت) پر چڑھ کر سب سے بڑے مرکب (ناقہ قصوئ) پر سوار ہو کر یعنی مادی دنیا کی اقصیٰ بلندی کے سر پر پاؤں رکھ کر عالم و عالمیان کو ان نوید فراح سے زندہ جاوید فرمایا:

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔

آج تمہارا دین تمہارے فائدے کے لئے کامل کر دیا، آج میں نے تم سب پر اپنی نعمت کا اتمام فرما دیا، آج میں بتلاتا ہوں کہ میری خوشنودی یہ ہے، کہ اسلام ہی تمہارا دین ہو۔

ناظرین آپ نے پیشگوئی کو بھی دیکھ لیا اور اس کا اتمام بھی دیکھ لیا۔

تیسری پیشگوئی:

تیسری پیش گوئی اسلام کی بابت کہ وہ استحکام میں بڑھتا جائے گا۔ اور اس کا پھیلاؤ روز بروز زیادہ ہوتا جائے گا۔

مثل کلمة طيبة كشجرة طيبة اصلها ثابت و فرعها في السماء تؤتي اكلها كل حين باذن ربها۔

کلمہ طیبہ کی مثال اس پاکیزہ درخت جیسی ہے جس کی جڑ مضبوط ہولی جاتی ہے، اور جس کی شاخیں آسمان میں پھیلتی جاتی ہیں۔ وہ اللہ کے حکم سے ہر وقت (ہر زمانہ) میں پھل دیا کرتا ہے۔

ثابت اسم فاعل ہے اور اسم فاعل میں استمرار ہوتا ہے، اسماء سمو سے بنایا گیا ہے۔ رفعت و شوکت اور بلندی و عزت کے معانی اس لفظ میں شامل ہیں۔

وہ درخت جس کی جڑیں پاتال کی طرف بڑھتی جائیں، جس سے درخت مضبوط

بھی زیادہ ہوتا جائے، اور خوراک بھی اسے زیادہ ملتی رہے۔

وہ درخت جس کا نشوونما جاری رہے، جس کی طراوت وتازگی قائم رہے۔ اس کی شاخیں پھیلا کرتی ہیں، فضا میں لہلہایا کرتی ہیں، آسمان کو جایا کرتی ہیں، وہ آسمانی برکتوں اوس اور مینہ سے بھی غذا لیتا ہے، وہ زمینی برکتوں نہر اور چشموں سے بھی پلتا ہے۔

جمعیت کے اعتبار سے اس کا تنا ایک ہوتا ہے، اور پھیلاوٹ سے اس کی شاخیں انیک۔ یہی مثال اسلام کے کلمہ طیب کی ہے، جہاں اس کا بیج بویا گیا تھا۔ وہاں اسی طرح دائم وقائم ہے، اور اس کی شاخیں چین وافریقہ، انگلینڈ وامریکہ تک پھیل گئی ہیں۔

ہندو قوم کی بابت کوئی کہتا ہے کہ وسط ایشیا سے آئی اور کوئی کہتا ہے کہ تبت سے نیچے اتری۔ تبت وترکستان وماوراء النہر میں جا کر دیکھو اور پوچھو کوئی اس دعویٰ کا مصدق بھی موجود ہے؟ ہرگز نہیں۔ معلوم ہو جاتا ہے کہ جڑ قائم نہیں۔ یہی حال دنیا کی اکثر اقوام کا ہے۔

بنی اسرائیل کو فلسطین کی زمین وعدہ کے ساتھ دی گئی تھی کہ اگر وہ شریعت کے پیرو رہے تو ابدالآباد کے لئے یہ مملکت اور اس کی حکومت انہی کو حاصل رہے گی۔ لیکن کیا اب اس کی جڑ اس وعدہ کی زمین میں قائم بھی ہے۔

جنگ عظیم (1914 تا 18ء) میں ان بے چاروں نے عربوں روپیہ بڑی بڑی سلطنتوں کو قرض دیا کہ وعدہ کی زمین کو، قومی گھر، بنا دیا جائے لیکن وہاں کے باشندے اب تک ان کے قدم وہاں جمنے نہیں دیتے (۱)۔

اگر انگلستان کی کوششیں بارآور بھی ہوئیں، تب بھی یہ مملکت اور سلطنت تو نہ ہوئی۔

---

(۱) آج بھی نام نہاد اسرائیل حکومت محض امریکہ اور برطانیہ کے بل بوتے پر قائم ہے۔ جس دن بھی امریکہ اور برطانیہ اس کی سرپرستی سے دستبردار ہو گئے، اسی دن یہ نیست ونابود ہو کر رہ جائے گی۔ اور یہ ہو کر رہے گا اس لیے کہ:------ظلم کی ٹہنی کبھی پھلتی نہیں------کاغذ کی ناؤ کبھی چلتی نہیں۔

جس کا وعدہ ابراہیم اور موسیٰ اور داؤد و سلیمان علیہم السلام کے ساتھ تھا۔ بلکہ یہ تو وہی غلامانہ اطاعت ہوئی جس کے بدلے میں بخت نصر اور گشتاسب وغیرہ نے بھی یہودیوں کو اس سر زمین پر بسنے کی اجازت دے دی تھی، جب کہ وہ بعہد مسیح رومیوں کی ماتحتی میں رہتے تھے۔

پارسی قوم کا گھر ایران ہے لیکن اب تو وہاں ان کا کوئی پرسان حال بھی نہیں۔ کیا ان حالات میں یہ اقوام اصلها ثابت۔ کے الفاظ اپنے اوپر چسپاں کر سکتی ہیں۔ یہودیوں، ہندوؤں اور پارسیوں وغیرہ کی قوم جس جمود پر پڑی ہوئی ہے یا جس ملکی احاطہ میں محدود ہے وہ ان حالات میں فرعها فی السماء کا مصداق ہونے کا بھی دعویٰ کر سکتے ہیں؟۔

ہاں اسلام ہے جو نہ کسی حویلی کا پیپل ہے، نہ کسی کے صحن خانہ کا نیم ہے اور نہ کسی باغیچہ کا پیڑ، وہ آسمان کے تمام خلاء کو اپنا سمجھتا ہے، اور اس میں پھیل رہا ہے۔

ہاں آیت پر مکرر غور کرو اس میں اسلام کی پانچ خوبیوں کا بیان کیا گیا ہے۔

(الف) شجرة طيبة۔ واضح ہو کہ اسلام کی وحدت تعلیم اور مساواۃ حقوق بھی منفرد ہے۔ اس لئے اسلام کی بہترین تشبیہ درخت میں پائی جاتی ہے کہ ایک ہی تنے پر بے شمار شاخیں ڈالیاں اور پتے ہوتے ہیں اور وہ سب غذا و نمو میں اسی تنے سے یکساں مستفیض ہوتے ہیں۔

(ب) اسے طیبہ کہا گیا ہے جس میں صورت کی خوشنمائی بھی شامل ہے، اور جس کا سایہ اور ثمر بھی ہوتا ہے۔ اسلام کا بھی یہی حال ہے کہ وہ اپنی موہنی شکل وصورت سے دلربا رہا ہے اور پاکیزہ تعلیمات سے طیبؔ مانا گیا ہے۔

(ج) اصلها ثابت: اور

(د) فرعها فی السماء کی بابت ہم دلیل اول میں لکھ چکے ہیں۔

(ہ) تؤتی اکلها کل حین باذن ربها۔ ہر ایک درخت کے پھل لانے کا وقت مقرر ہوتا ہے، کوئی گرما میں، کوئی سرما میں، کوئی بہار میں اور کوئی خزاں میں پھل لایا کرتا،

اللہ تعالیٰ نے اسلام کو ایسا درخت بتلایا جو ہر وقت پھل لانے والا ہے۔

قیام مکہ کے ایام میں اشاعت:

اسلام کے اس ابتدائی زمانہ کو دیکھو جب نبی ﷺ ابھی مکہ میں قیام فرما تھے اور مسلمان اپنی اپنی جانوں اور ایمانوں کے بچاؤ کے لئے مختلف ممالک میں بھاگے پھرتے تھے کہ حبش و یمن میں اسلام نے اس وقت سایہ ڈالا تھا۔

قیام مدینہ میں اشاعت.

اس دور دوم کو دیکھو جب نبی ﷺ مدینہ منورہ میں اقامت گزیں ہوئے کہ بحرین و عمان اور دومتہ الجندل اور سرحد شام تک کے لوگ اسی وقت اسلام کے اثمار شیریں ثابت ہوئے تھے۔

پھر دور سوم کو دیکھو جب آفتاب نبوت ظل احتجاب میں آچکا تھا۔ مخلصین دل شکستہ تھے، منافقین کے حوصلے بڑھ گئے تھے۔

دور صدیقیت میں اشاعت:

معاہدین نے معاہدات کی شکست کا اعلان کر دیا تھا۔ متخاصمین سرحد عراق و ایران پر فوجیں جمع کرنے لگ گئے تھے، خلیفۃ الرسول ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قیادت میں اعراب آگے بڑھے اور یہ کچے لوگ نور صداقت سے مستنیر ہو کر ثمر شیریں بن گئے۔

خلافت راشدہ میں اشاعت:

دور چہارمین میں فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہما کا زمانہ شامل ہے۔ جب کہ مشرقی سائبیریا سے لے کر مغربی تیونس تک اسلام پہنچ گیا تھا۔ اموی زمانہ میں اسلام نے جبل الطارق کو پھاندا اور سمندر پر سے اچھلا اور اسپین کو زیر نگیں کیا۔

مغول کا اسلام:

چھ سات صدیوں کی اقبال مندی کے بعد مسلمانوں کی دولت وحکومت پر زوال آیا اور دارالسلطنت بغداد تباہ ہوا لیکن انہی دنوں میں وہ ہی مغول تتر جو اس درخت کے کاٹنے کے لئے تیشہ و تیر لے کر بڑھے تھے اس کی شاخوں سے پیوند ہو گئے، اور ثمر شیریں ثابت ہو گئے۔

یونانی فلسفہ اور ہندوانی توہمات:

اور الغرض اسلام اپنی مظلومی کے عہد میں بڑھا اور ترقہ و آسائش کے ایام میں بھی اس نے ترقی واز دیاد کی طرف قدم بڑھایا۔ اسلام پر یونانی فلسفہ اور ہندوانی توہمات اور ایرانی تعیش اور بربری توحش کے بھی حملے ہوئے مگر وہ پھر بھی ترقی پذیر رہا۔

ہمارے عہد میں فلسفہ جدید اپنی تعلیمات سے اسلام پر گولہ باری کر رہا ہے، اور یورپین طاقتوں نے اودھم مچا رکھا ہے۔

یورپین پالیسی اور فلسفہ جدید:

مسلمانوں کی سلطنتیں برباد ہو رہی ہیں۔ ترکی دولت عظمٰی سے گھٹ کر ایک معمولی سلطنت رہ گئی ہے، مراکو اول درجہ کی سلطنت سے باجگوار بن گیا ہے، عرب عراق کی حکومتیں اغیار کی دست نگر ہیں۔ تنظیم قوم کا سلسلہ پراگندہ ہے، تاہم اسلام انگلستان اور جرمنی اور امریکہ پر اپنا سایہ ڈال رہا ہے بڑے کونٹ اور کونٹس، لارڈز اور پرنسس اسلام کا پھل ثابت ہو رہے ہیں۔

حالیہ عہد میں اسلامی ترقی:

چین اور افریقہ میں دس سال کے اندر مسلمانوں کی تعداد دو چند ہو گئی ہے، ان تمام حالتوں پر نگاہ عبرت سے غور کرو۔ اور تـوتـی اُکـلـھا کل حین کی پیش گوئی کی صداقت کا اندازہ لگاؤ۔ جب مسلمانوں کی بے بسی اور اسلام کی ترقی کو ایک وقت واحد میں دیکھا جاتا

ہے تو باذن اللہ تعالیٰ حکم عالی کی طاقت بخوبی ہویدا ہو جاتی ہے۔

چوتھی پیش گوئی:

چوتھی پیش گوئی اسلام کی بابت کہ وہ اپنے دلائل حقانیت سے ترقی کر لے گا۔
اور دلائل انفسی و آفاقی ان لوگوں کو اسلام تک لانے میں دلیل راہ بنیں گے۔

سنریہم اٰیاتنا فی الافاق وفی انفسھم حتی یتبین لھم انه الحق

ہم ان کو بہت جلد اپنے نشانات قدرت دکھلائیں گے۔ مظاہر عالم کے اندر بھی کئی اور خود ان کے نفوس میں بھی جس سے ان لوگوں پر یہ بات اچھی طرح واضح ہو جائے گی کہ اسلام تو ضرور سچا ہے۔

یہ ہے وہ چیز جو عرب کو اسلام تک کھینچ لانے کا موجب بنی۔

غور کرو جب نشانات قدرت کی اندرونی و بیرونی شہادت کسی معاملے کی راستبازی وصداقت پر جمع ہو جائے تو کیا اس وقت کوئی صحیح دماغ ایسی شہادت کا انکار کر سکتا ہے، جب چشم و گوش اور عقل و ہوش کے سامنے ایسی براہین ساطعہ موجود ہوں جو حواس ظاہری و باطنی کو بام تصدیق پر پہنچا دیتی ہیں، تو پھر ان کا ابطال کیوں کر کیا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخاطبین کے سامنے وہ نشانات و امارات بھی دکھلائے۔ جن کی شہادت خود ان کے ضمیر نے ادا کی۔ اور وہ علامات و دلائل بھی قائم کیے جن کی تائید زمین و آسمان کے ہر انقلاب و گردش سے ہوئی۔ تب ان کو حقانیت اسلام کے اقرار میں کوئی چارہ نہ رہا اور وہ پروانہ وار اس تجلی پر ٹوٹ کر گرے اور جان و مال کو اس منبع انوار پر نثار کر دیا۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی آیات تسعہ کا تعلق زیادہ تر آفاق سے تھا۔ فرعونیوں پر حجت الٰہی تو ختم ہوئی مگر وہ ہدایت سے دور دور ہی رہے۔ آیات قرآنی کا اثر فی الانفس بھی ہے، اور فی الآفاق بھی۔ اس لئے حضور ﷺ کے مخاطبین نور حق سے قریب قریب ہوتے گئے۔ اور

مستنیر ہوتے ہوتے خود سراپا نور بن گئے۔ اصحابی کالنجوم کی یہی تاویل ہے۔

پیش گوئی:

کہ لڑائیوں میں مسلمانوں ہی کو غلبہ رہے گا:

ان جند نا لهم الغالبون.

ہمارا لشکر ہی برابر غالب آتا رہے گا۔

جب تک مسلمانوں کو جنگ کی اجازت نہ ملی اور مدافعت حربی کا حکم نہ ہوا اس وقت تک وہ برابر گوناگوں جور و ستم کا آماج بنے رہے، لیکن جب ان کی مظلومانہ حالت اور مخزونانہ بے بسی پر رحم کھا کر اللہ تعالی نے ان کو جنگ کی اجازت دے دی، اور مسلمانوں کی جمعیت فوجی تنظیم سے منظم ہوگئی۔ حتی کہ اس پر لفظ جند کا اطلاق صحیح ہوگیا۔ اس وقت سے پھر مسلمانوں کو کسی جگہ شکست نہیں ملی۔ وہ فتح پر فتح حاصل کرتے گئے۔ نصرت وظفر ان کے علم بردار رہے، عراق و فلسطین، شام و ایران، خراسان و ترکستان، مصر و سوڈان کے واقعات کو پڑھ لو کہ مسلمانوں کو ایک دفعہ بھی شکست نہ ہوئی اور ہر جگہ ان کو غلبہ حاصل رہا۔ ایسی زبردست پیش گوئی کا اعلان وہی مالک فرما سکتا ہے، جس کے قبضہ و اقتدار میں اقوام کی ذلت و عزت کی ترازو ہے، ہاں وہی مالک جس کا ذکر عہد مستقبل پر بھی اتنا حاوی ہے کہ انسان کا علم عہد ماضی پر بھی اس قدر حاوی نہیں ہوسکتا۔

آیت میں مزید غور طلب لفظ جندنا ہے، یعنی الٰہی لشکر، یہ ظاہر ہے کہ الٰہی لشکر صرف وہی ہوسکتا ہے جس کا مقصد صرف اعلاء کلمۃ اللہ ہو۔ اور جس کا مدعا فتح کنوز یا ملکیت خزائن والوں سے بالاتر ہو۔ کیوں کہ جب مقصد بدل جائے گا تب وہ لشکر جند نا کہلانے کا مستحق نہ ہوگا۔ اور جب جندنا کی صفت سے عاری ہوگیا تو اس کا بہت سے مقامات پر مغلوب ہو جانا یا اقوام کے سامنے مقہور ہو جانا بھی داخل تعجب نہ رہے گا۔ ان پچھلی صدیوں میں مسلمان اگر غلبہ تام سے محروم ہوگئے ہیں تو اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ صفت جندنا (الٰہی

لشکر) سے دور ہو گئے لہٰذا آیات بالا دو پیش گوئیوں پر مشتمل ہے۔ (1) مسلمانوں کو کبھی شکست نہ ہوگی، جب تک ان کا مقصد اعلاء کلمۃ اللہ ہوگا۔ (2) مسلمانوں سے یہ وعدہ اللہ تعالیٰ کا قائم نہ رہے گا جب کہ ان کا یہ مقصد نہ رہے گا۔

پیش گوئی:

کہ اہل اسلام کو روئے زمین پر حکومتیں حاصل ہوں گی

ویجعلکم خلفاء الارض۔

تم کو زمین پر حکومتیں دے گا۔

یہ آیت عام مسلمانوں کی طرف خطاب فرماتے ہوئے نازل کی گئی ہے۔

اسی پیش گوئی کا ظہور تھا کہ بنو امیہ نے دمشق میں ایک ہزار مہینہ تک حکومت کی، اور بعد ازاں غرناطہ وغیرہ میں حکومت حاصل کی اور ہسپانیہ پر صدیوں تک حکمران رہے۔ اسی پیش گوئی کا ظہور ہے کہ عہد فاروقی سے لے کر آج تک مصر پر مسلمانوں کی حکومت قائم ہے، اور مختلف خانوادے یکے بعد دیگرے سریر آرائے سلطنت ہوئے۔

اسی پیش گوئی کا ظہور تھا کہ دمشق میں انقراض دولت امویہ کے بعد عباسیہ نے بغداد میں پورے جاہ جلال کے ساتھ چھ صدیوں تک حکومت کی۔

اسی پیش گوئی کا ظہور تھا کہ عباسیہ کے غلاموں ترکوں نے ترکستان وخراسان وغیرہ میں حکومت حاصل کی۔ پھر انہی کی ایک شاخ نے قسطنطنیہ فتح کر کے یورپ میں حکومت حاصل کی۔ اور انہی کی ایک شاخ نے ہندوستان میں 9 صدیوں تک سلطنت کی۔

الغرض فراعنہ مصر، اکاسرہ ایران اور قیاصرہ روما کے ممالک پر اموی' عباسی' ترک و کرد اور غلامان وافغانان اور دیگر اقوام کے مسلمانوں کی حکومتیں اسی پیش گوئی کے تحت میں ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ ایسی پیش گوئی صرف اللہ تعالیٰ ہی فرما سکتا ہے جو عالم الغیب ہے۔

پیش گوئی:

کہ اہل ایمان کی حالت دینوی بھی اچھی ہو جائے گی۔

للذین احسنوا فی هذه الدنیا حسنة ولدار الاخرة خیر ولنعم دار المتقین. (نحل ع4)

جنہوں نے یہاں نیک کام کئے ہیں، ان کے لئے دنیا میں بھی خوبیاں ہیں۔ اور آخرت کا گھر تو بالکل اچھا ہے اور متقیوں کا خوب گھر ہے۔

یہ آیات سورت نحل کی ہیں جو مکیہ ہے، مکہ معظمہ میں اہل ایمان دنیوی حیثیت سے جس ضیق وتنگی اور عسرت افلاس میں بسر کیا کرتے تھے۔ اس کا حال سب کو بخوبی معلوم ہے۔ کسی کے پاس تہ بند ہے تو کرتہ نہیں۔ کرتہ ہے تو سر بند نہیں۔ کسی کو ایمان لانے کے جرم میں قید کیا جاتا تھا۔ کسی کو گرم پتھر پر لٹا کر اس کی چھاتی پر دوہرا پتھر رکھا جاتا۔ کسی کے منہ میں لگام ڈالی جاتی، اور ہنٹروں سے مار مار کر اسے گھوڑے کی طرح پھرایا جاتا۔ کسی کو دہکتے ہوئے کوئلوں پر ننگی پیٹھ کر کے لٹا دیا جاتا۔ کفار سمجھتے تھے کہ یہی حالت ان کی ہمیشہ رہے گی۔

لیکن اللہ تعالیٰ کے کلام نے بتلا دیا کہ یہ حالت بدلنے والی ہے، اور مسلمانوں کی دینوی حیثیت بھی شاندار ہونے والی ہے۔ فتوحات کے بعد کل دنیا نے دیکھ لیا کہ قرون اولیٰ کے مسلمان کیسے کیسے تنعم وترفہ اور عزت وشان پر پہنچ گئے تھے جسے دیکھ دیکھ کر صداقت قرآنی کا اقرار اہل کفار واشرار کو بھی کرنا پڑتا تھا۔

سنن ابوداؤد میں ہے کہ نبی ﷺ نے جابر کے کنبہ سے پوچھا کہ تمہارے ہاں قالین بھی ہیں وہ بولے۔ کہ ہم اور قالین۔ فرمایا تم کو ملیں گے پھر ایک وقت آیا۔ جب کہ ان کے گھر میں سادہ فرش قالین کا تھا۔

مہاجرین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق تین پیش گوئیاں:

(۱) ومن یهاجر فی سبیل الله یجد فی الارض مراغما کثیرا وسعة

جوکوئی شخص اللہ کی راہ میں ہجرت کرے گا۔اس ملک میں جائے پناہ بھی بہت ملے گی،اور کشایش بھی حاصل ہوگی۔

(۲) فالذین ھاجروا من دیارھم و اوذوا فی سبیلی و قاتلوا و قتلوا لاکفرن عنھم سیاتھم و لادخلنھم جنات تجری من تحتھا الانھر ثوابا من عنداللہ واللہ عندہ حسن الثواب۔

پھر جن لوگوں نے ہجرت کی،اور اپنے گھروں سے نکالے گئے۔اور میری راہ میں ستائے گئے،اور انہوں نے جنگ کی،اور مارے گئے،ہم ان کی برائیوں کو بدل دیں گے، اور انہیں ان باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں،یہ اجر ہے اللہ کی صرف سے اور اللہ تو بہتر ثواب دینے والا ہے۔

(۳) الذین امنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ باموالھم اعظم درجة عنداللہ واولئك ھم الفائزون یبشرھم ربھم برحمة منه ورضوان وجنت لھم فیھا نعیم مقیم خالدین فیھا ابدا۔ ان اللہ عندہ اجر عظیم۔

جولوگ ایمان لائے،جنہوں نے ہجرت کی،اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا۔وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑے درجے والے ہیں۔اور یہی ہیں وہ لوگ جو کامیاب ہیں۔پروردگار ان کو اپنی رحمت اور خوشنودی کی بشارت سناتا ہے،ان کے لئے جنت ہے اور وہاں ان کے لئے دائمی نعمتیں ہیں وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے،اور اللہ کے ہاں اجر عظیم ہے۔

ہرسہ آیات بالا خاصتہً مہاجرین پاک کے متعلق ہیں۔

پہلی آیت کا وعدہ دنیا کے متعلق ہے،اور دوسری وتیسری آیت کا وعدہ دنیا وعقبیٰ ہر دو کے متعلق ہے۔

مہاجرین گھربار خویش وتبار اور املاک واموال کو چھوڑ کر صرف اللہ کے رسول ﷺ

کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ میں پہنچے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے پہلی آیت کے مطابق ان کو بڑی بڑی جائدادوں کا مالک بنایا۔ لاکھوں کروڑوں کی تجارت ان کے قبضہ میں آئی۔

جنات نعیم اور مقیم کی بشارت کی قسط اوّل دنیا ہی میں پوری کی گئی۔ غور کرو کہ عراق و شام، ایران و مصر، خراسان و سوڈان کے فاتح سب کے سب مہاجرین میں خالد بن ولید سیف اللہ اور ابوعبیدہ عامر بن الجراح امین الامت، سعد بن ابی وقاص اور عمرو بن العاص، اور عبداللہ بن ابی سراح وہ بڑے بڑے جرنیل ہیں۔ جنہوں نے ان ممالک میں نور اسلام پہنچایا، اور وہاں کے نعیم مقیم کو اہل ایمان کے لئے عام کر دیا۔

پیش گوئی:

کہ تنگدستی کے بعد مسلمان غنی ہو جائیں گے۔

وان خفتم عيلة فسوف يغنيكم الله من فضله۔

اگر تم کو تنگدستی کا خوف ہے تو اللہ تعالیٰ یہ وعدہ کرتا ہے کہ عہد مستقبل میں تم کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔

سوف مضارع پر جب آتا ہے تو مضارع کو معنی حال سے نکال کر مستقبل بعید کے معنی میں منتقل کر دیتا ہے، چنانچہ یہ پیشگوئی انقراض عہد نبوت کے بعد پوری ہوئی۔ صحابہ کی دولت مندی اور غنا کا یہ حال تھا کہ ان کو اپنی دولت کا خود بھی ٹھیک ٹھیک اندازہ نہ ہوتا تھا۔

عبدالرحمٰن بن عوف قرشی زہری رضی اللہ عنہ کا جب انتقال ہوا تو ایک ہزار اونٹ، تین ہزار بکریاں اور ایک سو گھوڑے ان کے ہاں موجود تھے۔ نقد و اسباب اس کے علاوہ تھا۔ ان کی ایک عورت کو 3/8 کے حساب سے ۸۳ ہزار روپیہ نقد دیا گیا تھا۔

ابو محمد طلحہ بن عبداللہ کے لنگر میں ایک ہزار ورقی کا روزانہ مصارف تھا۔ ورقی ایک سکہ ہے جو ہم وزن دینار ہے۔

زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کے ایک ہزار غلام تھے جو کما کر لایا کرتے۔ حضرت

زبیر رضی اللہ عنہ ان کی کمائی کو خیرات کر دیا کرتے۔ ایک حبہ اپنے پاس نہ رہنے دیتے۔

پیش گوئی:

کہ عرب کے تمام بت ناپید ہو جائیں گے، اور بت پرستی معدوم ہو جائے گی۔

یمحوا اللہ الباطل ویحق الحق بکلماتہ

اللہ تعالیٰ اپنے کلام سے باطل کو مٹا دے گا، اور حق کی حقانیت کو ثابت کرے گا۔

باطل سے بت مراد ہیں یہ معنی خود نبی ﷺ نے بتلائے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن خانہ کعبہ میں داخل ہوئے تو صحن کعبہ میں بت استادہ تھے، نبی ﷺ کے دست مبارک میں چھڑی تھی حضور ﷺ چھڑی کے ساتھ بت کی طرف اشارہ کرتے تھے اور یہ آیت مبارکہ تلاوت فرماتے تھے۔

قل جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔

کہہ دے کہ حق آ گیا، اور باطل نکل گیا، اور باطل نکلنے ہی کی چیز تھی۔

اس پیش گوئی کا چودھویں صدی تک یہ اثر ہے کہ سارا ملک عرب بتوں کے وجود سے خالی اور بت پرستی سے کلیتہً پاک ہے۔

آیت میں لفظ بکلماتہ مکرر غور طلب ہے کہ باطل کو محو کرنے اور حق کو ثابت کرنے کا کام کلمات الٰہیہ کا ہے، کلام اللہ کی تاثیر ہی یہ ہے کہ اس کے سامنے باطل نہیں ٹھہر سکتا۔ چین، ہند، آسام وغیرہ بت پرست ممالک میں ہزارہا بندگان خدا کا بت پرستی سے اہل عرب کی طرح بیزار ہو جانا، اسی اصول پر تھا کہ جہاں جہاں قرآن حمید کی اشاعت ہوئی وہاں وہاں بت پرستی معدوم ہو گئی۔ عیسائیوں میں مذہب پراٹسٹنٹ کا ظہور و قیام بھی قرآن مجید ہی کی تاثیر کا نتیجہ ہے۔

پراٹسٹنٹ والے اب تصویر پرستی نہیں کرتے نہ اپنے گرجاؤں میں مسیح و مریم علیہما السلام اور یوحنا کی تماثیل کو رکھتے ہیں، اور نہ ان کے سامنے کورنش و رکوع کرتے ہیں۔

پیش گوئی:

کہ مظلوم مہاجرین کو دنیا میں اچھے ٹھکانے اور آخرت میں اجر کبیر ملے گا۔

والذین ھاجروا فی اللہ من بعد ما ظلموا لنبوئنھم فی الدنیا حسنۃ ولاجر الاخرۃ اکبر لو کانوا یعلمون۔

جن لوگوں نے ہجرت کی اللہ کیلئے، ظلم اٹھانے کے بعد ہم ان کو بہتر اور پسندیدہ ٹھکانے اور مقامات پاکیزہ دیں گے، اور آخرت کا اجر تو بہت بڑا ہے، کاش دوسرے لوگ بھی اسے جان لیں۔

کون کون سے مقدس لوگ اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ صدق کے موافق موردِ الطاف ربانی ہوئے؟ یہ دیکھنے کے لئے مہاجرین کے اسماء مبارکہ پر نظر ڈالو، ان کی حالت پڑھو، ان کی دنیوی کامیابی سے ان کے اخروی اجر کبیر کا اندازہ لگاؤ۔ ایک مختصر آیت نے کس طرح سینکڑوں بزرگوں کے انجام کا اعلام فرما دیا ہے، یہی ایک آیت قرآن حمید کے کلام ربانی ہونے پر اور مہاجرین کی دنیا و دین میں کامیابی پر دلیل روشن ہے۔

دنیوی واخروی سعادت کا بیان حضرت یوسف علیہ السلام کے ذکر میں بھی ہے۔

قال انا یوسف و ھذا اخی قد من اللہ علینا انہ من یتق ویصبر فان اللہ لا یضیع اجر المحسنین۔

کہا ہاں میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان فرمایا ہاں جو کوئی تقویٰ اختیار کرتا ہے، اور صبر کرتا ہے تو اللہ احسان (نیکی) کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں فرماتا۔

آیت بالا سے ظاہر ہے کہ مہاجرین کے لئے اللہ تعالیٰ نے سعادت دارین کو اسی طرح جمع فرمایا تھا جس طرح یوسف صدیق علیہ السلام کے لیے جمع فرمایا تھا۔

پیش گوئی:

کہ اصحاب رسول اور متبعین رسول ﷺ کی ترقی آہستہ آہستہ اور تدریجی ہوگی پھر کمال پر پہنچے گی۔

كزرع اخرج شطاه فازره فاستوى على سوقه يعجب الزراع ليغيظ بهم الكفار.(فتح ع5)

ان کی مثال کھیتی کی سی ہے جس نے سوئی نکالی پھر سوئی کو مضبوط کیا۔ پھر اس کو موٹا بنایا۔ پھر وہ اپنی نالی پر کھڑی ہوگئی وہ کسان کو خوش کرتی ہے اور کفار انہیں دیکھ دیکھ کر غیظ و غضب میں آ رہے ہیں۔

آیت بالا میں چھ واقعات اور منازل و مدارج کا ذکر ہے۔

الف: کھیتی کی سوئی کا زمین سے سر نکالنا۔

ب: سوئی کا مضبوط ہونا...... ہر دو مدارج مکہ معظمہ میں پورے ہوئے......

ج: سوئی کا موٹا ہونا۔

د: اپنی نالی پر کھڑے ہو جانا......

یہ ہر دو مراتب مدینہ منورہ میں جا کر پورے ہوئے۔

ہر چہار مدراج ترقی کے بعد دو بیرونی نتائج کا ذکر فرمایا:۔

ہ: کسان کا اس کھیتی کو دیکھ دیکھ کر خوش ہونا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا رضوان ہے، جس کا اعلان آیت تکمیل ہے۔

و: کفار کا انہیں دیکھ کر حسد اور غصہ سے جل مرنا۔ یہ ان سب اشخاص اور اقوام کے متعلق ہے جو مہاجرین کا اعلیٰ مناصب پر فائز ہونا نہیں دیکھ سکتے تھے۔ یہ آیت دراصل چھ پیشگوئیوں پر مشتمل ہے ہاں اس پیش گوئی کے ساتھ بھی ملا کر دیکھو جس میں اسلام کو شجرہ طیبہ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔

پیش گوئی:

زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے عکاظ منڈی سے خدیجۃ الکبریٰؓ کے لئے خریدا تھا، جب طاہرہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا حضور علیہ ﷺ کے ساتھ عقد ہوا تب زید کو انہوں نے حضور علیہ ﷺ کی خدمت کے لئے مامور کر دیا۔ جب حضور علیہ ﷺ کو خلعت نبوت پہنایا گیا۔ تو زید بھی اسی پہلے دن ایمان لائے جس دن خدیجہ اور علی اور ابوبکر ایمان لائے تھے رضی اللہ عنہم اجمعین، لہٰذا یہ اولین السابقین میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی بابت فرمایا ہے:

اذ تقول للذی انعم اللہ علیہ وانعمت علیہ۔ (احزاب)

جب آپ اس شخص سے کہہ رہے تھے، جس پر اللہ نے بھی انعام کیا ہے، اور آپ نے بھی انعام کیا۔

آیت بالا سے ظاہر ہوا کہ وہ انعام یافتہ الٰہی ہیں۔ دوسری آیت میں بتایا گیا ہے کہ انعام یافتہ الٰہی کون کون ہوئے ہیں۔

فاولئك مع الذی انعم اللہ علیھم من النبین و الصدیقین والشھداء والصالحین۔ (نساء)

اللہ ورسول کی اطاعت کرنے والے ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے، جن پر اللہ نے انعام کیا ہے، وہ انبیاء وصدیق اور شہداء وصالحین ہیں۔

نتیجہ یہ ہوا کہ جو شہید ہے وہ انعام یافتہ الٰہی ہے، اور جو انعام یافتہ الٰہی ہے، وہ اگر نبی یا صدیق نہیں تو ضرور ہے کہ وہ شہید ہو یا صالح ہو۔ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے لئے آیت بالا ان کی شہادت کی خبر دینے والی تھی۔ چنانچہ 8 ہجری میں غزوہ موتہ کی سپہ سالاری کرتے ہوئے شہید ہوئے، اور پیش گوئی پوری ہوئی۔

پیش گوئی:

غیر اقوام کا مسلمان ہونا اور اسلام کی خدمت میں شاندار کام کرنا۔

وان تتولوا یستبدل قوما غیر کم ثم لا یکونوا امثالکم (سورۃ محمد)

اگر تم منہ پھیرو گے، تب اللہ تمہارے سوا اور دوسری قوم کو بدل دے گا، اور وہ منہ پھیرنے والی قوم نہ ہوگی۔

آیت کا خطاب (جیسا کہ قرآن مجید ہی کی عبارت بالا سے واضح ہے) ان لوگوں کی طرف ہے، جو جہاد سے منہ چرانے والے تھے۔ اب دیکھو کہ سوڈان، بربر، افریقہ، اندلس، خراسان، سندھ، ہندوستان میں جہاد کرنے والی قومیں وہ ہیں جن کا منافقین کے ساتھ کوئی حسبی نسبی تعلق نہیں۔

کرد، ترک، مغول، خلج، سوری اور غوری اقوام نے اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے جو خدمات انجام دیں وہ سب اسی پیش گوئی کے تحت میں ہیں۔

اہل ایمان کے متعلق پیش گوئیاں:

پہلی پیش گوئی: خلافت راشدہ کے متعلق، جس میں خلافت راشدہ کے متعلق علامات بھی واضح طور پر فرمائی گئی ہیں، اور یہ ایک پیشین گوئی دراصل چھ پیش گوئیوں کا مجموعہ ہے:۔

آیت کریمہ جو چھ پشینگوئیوں اور ایک وعید پر مشتمل ہے یہ ہے:

وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصالحات. وعدہ کیا اللہ نے تم میں سے ایمان والوں کے ساتھ جنہوں نے عمل بھی اچھے کئے ہیں۔

(۱) لیستخلفنھم فی الارض: کہ اللہ ان کو ضرور الارض کا خلیفہ بنائے گا۔

(۲) کما استخلف الذین من قبلھم: جیسا کہ ان سے پہلوں کو خلیفہ بنایا۔

(۳) ولیمکن لھم دینھم الذی ارتضی لھم: اوران کے دین کوان کیلئے مکنت قوت بخشے گا وہ دین جس کو ان کے لیے اللہ نے پسند کیا ہے۔

(۴) ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا:۔ اوران کے خوف کوامن سے، بدل دے گا۔

(۵) یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا۔ وہ میری عبادت کریں گے ذرا بھی شرک نہ کریں گے۔

(٦) ومن کفر بعد ذلك فاولئك ھم الفاسقون: اور جوکوئی اس حالت کے بعد بھی کفر کرے گا وہی فاسق اصلی ہوگا۔

یہ وعدہ ہے اوران لوگوں کے ساتھ وعدہ ہے جو تعلیم نبوت کے ترجمان اور عمل صالح کی صفت سے متصف تھے۔

وعدہ میں مندرجہ ذیل چھ پیشین گوئیاں شامل ہیں۔

اول: الارض کی خلافت:

الف: خلافت کے لفظ پر غور کرو۔ اللہ تعالی نے قیام خلافت کے اعزاز کو ہمیشہ اپنے ہی اقتدار واختیار وانتخاب میں رکھا ہے۔

خلافت آدم علیہ السلام کا ذکر تھا تب بھی یہی فرمایا: انی جاعل فی الارض خلیفة. میں زمین میں خلیفہ مقرر کرنے والا ہوں۔

سیدنا داؤد علیہ السلام کی خلافت کا ذکر ہوا تب بھی یہی فرمایا۔

یا داود انا جعلناك خلیفة فی الارض۔

اے داؤد ہم نے تجھے الارض کا خلیفہ بنایا ہے۔

اب مومنین صالحین امت کے ساتھ معاہدہ ہوا تو بھی یہی فرمایا۔ لیستخلفنھم،

یعنی اللہ ان کو خلیفہ بنائے گا۔ اس سے ایک تو ثابت ہوگیا کہ خلفائے راشدین کا نام قرآن

مجید میں خلفاء رکھا گیا ہے۔

دوم۔ یہ کہ ان کا تقرر وانتخاب من جانب اللہ تھا۔

ب: آیت کا نزول ۵ ہجری میں ہوا ہے کیونکہ اسی سورہ نور میں واقعہ افک بھی درج ہے جو باتفاق علماء سیر 5 ھ کا واقعہ ہے۔ اس لئے معلوم ہوا کہ اس وعدہ میں وہ لوگ شامل ہیں جو 5 ھ سے پہلے ایمان لائے ہوئے تھے، اس لئے ''امنوا وعملوا" ماضی کے صیغے استعمال کئے گئے ہیں، اس وعدہ کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اگر ایسا کوئی شخص جس کا اسلام یا ولادت نزول آیت ہذا کے بعد ہوئی، اور وہ خلافت راشدہ (جس کا تقرر بارگاہ الٰہی سے ہوتا ہے) کا دعویٰ کرلے تو اس کا دعویٰ صحیح نہ ہوگا۔

ج: الارض کے معنی عام بھی ہیں، اور خاص بھی جب اس کے معنی وعدہ کی زمین ہیں، تب تو اس سے وہی معنی لئے جائیں گے، اور جب اس کے معنی مطلق لیے سے جائیں تب معنی میں بھی عمومیت ہوگی۔ قرآن مجید میں اس کا اطلاق ہر طرح سے آیا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا۔ له ما فی السموٰت و ما فی الارض۔ الارض سے مراد کل کرہ زمین ہوگا...... مثلاً اللہ تعالی کا یوسف علیہ السلام کے قصہ میں فرمانا۔ وكذلك مكنا ليوسف فی الارض میں الارض سے مراد مصر ہوگا۔

مثلاً اللہ تعالے کے کلام میں ہے۔

يٰقوم ادخلوا الارض المقدسة التی كتب الله لكم

اس میں الارض سے مراد وعدہ کی وہ زمین ہوگی جس کی بابت اللہ تعالیٰ نے یہ بھی قرار دیا ہے۔ ولقد كتبنا فی الزبور من بعد الذكر ان الارض يرثها عبادی الصلحون. اب قرآنی پیشین گوئی میں فی الارض کی تعیین میں وعدہ کی زمین بھی مراد ہے اور بتایا گیا ہے کہ فلسطین کی وہ زمین موعودہ جو اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل ابراہیم ﷺ کی اولاد کو دی تھی جو ہزاروں سال سے اس خانوادہ عالی شان کی ایک شاخ بنواسرائیل میں چلی آتی

تھی ،اس کا قبضہ اب خلفاء امت محمد ﷺ کو دلا دیا جائے گا۔ان معنے کے لحاظ سے بھی آیت میں صریح پیشین گوئی موجود ہے کیونکہ نزول قرآن بلکہ حیات نبوی تک کوئی ایسے آثار وقرائن نمودار نہ تھے کہ مسلمان عرب سے آگے بڑھ کر ارض مقدسہ کے بھی مالک ہو جاویں گے۔

دشمن (خصوصاً سلطنت روما جوارض مقدسہ کی قابض تھی) یہ تیاریاں کیے ہوئے تھا کہ سرور کائنات ﷺ کے وصال کے بعد فوراً یک بارگی عرب پر حملہ کر دیا جائے۔مصر اور عرب کے باجگذار بادشاہ بھی اپنے اپنے ممالک سے حملہ آور ہوں۔اور خود قیصر بھی شام کی طرف سے آگے بڑھے اور اس تدبیر سے تمام عرب پر وقت واحد میں ہی تسلط تام بھی کر لیا جائے اور اس نوخیز مذہب کا جس نے عیسائیت پر عرب میں غلبہ حاصل کر لیا تھا،اور جس نے اپنے عملی دلائل سے تثلیث کی بنیادوں کو سارے عالم کی نگاہ میں متزلزل کر دیا تھا' کا کام یک لخت ختم وتمام کر دیا جائے۔

دشمنوں کی ان تیاریوں پر قرآن پاک فرما رہا ہے کہ زمین موعودہ برگزیدہ مومنوں کو ملے گی۔چنانچہ ایسا ہی ظہور پذیر ہوا۔**کما استخلف** کی تشبیہ کامل طور پر پوری ہوگئی۔

الارض سے مراد عام ممالک بھی اس پشینگوئی کے مفہوم میں داخل ہیں۔اور اسی لئے عراق، فلسطین، شام اور ایشیائے کوچک، مصر وایران، بحرین اور خراسان، مراکو، تیونس، سوڈان وغیرہ الغرض وہ سب ممالک جو حملہ کرنے والے دشمنوں کی سلطنتوں میں داخل تھے، سب کے سب خلفاء کے قبضہ میں آ گئے۔

دوم: آیت استخلاف میں صرف فتوحات ملکی ہی کا ذکر ہوتا تو کہنے والا کہہ سکتا تھا کہ جس خلافت کا وعدہ دیا گیا ہے، وہ صرف برکات دینوی پر مشتمل تھی۔مگر غور سے پڑھو کہ آیت مکنت دین،عزت اسلام،شوکت مذہب کا بھی وعدہ کرتی ہے۔

(۵) ممکن ہے کہ کہنے والا کہہ دیتا کہ لکم دینکم ولی دین مذہب غیر از اسلام کو بھی لفظ دین سے تعبیر فرمایا گیا ہے،اس لئے اس کے ساتھ الذی ارتضی لھم. کے

پاک الفاظ بھی نازل کر دیئے گئے۔ اگر ہم قرآن مجید ہی سے ارتضی لھم کا مشارالیہ معلوم کرنا چاہیں تو آیت تکمیل میں یہ الفاظ ملیں گے۔ ورضیت لکم الاسلام دینا۔

اور پھر اسلام کے متعلق یہ اور آیت ملے گی۔ ان الدین عند اللہ الاسلام۔

یہ سب آیات اس امر کو استحکام کے ساتھ واضح کر دیتی ہیں کہ خلفاء کا دین ہی اللہ تعالیٰ کا پسند کردہ دین ہے۔

سوم: ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا۔ اس میں امن بسیط اور آسائش تام اور رفاہیت کامل کا اظہار ہے جو خلافت خلفاء راشدین میں حاصل ہوا تھا سرورِ عالم ﷺ کی اس پیشین گوئی کا ظہور بھی جو آپ نے سیدنا عدی بن حاتم طائی سے فرمائی تھی کہ وہ اپنی عمر میں دیکھ لے گا کہ ایک عورت صنعاء سے تنہا چل کر حج کرے گی، اور راہ میں اسے خوف الٰہی کے سوا کسی کا ڈر نہ ہوگا، اس کا ظہور بھی زمانہ خلافت ہی میں ہوا تھا۔

پس یہ الفاظ پاک اندرونی و بیرونی نظم ونسق پر دلالت کرتے ہیں جیسا کہ الفاظ ماسبق کشور کشائی و گیتی ستائی کے مظہر ہیں دنیا کے کسی فاتح کے زمانہ میں ان دو اوصاف کا جمع ہونا بہت دشوار ہوا ہے۔ سکندر مقدونوی اور تیمور تاتاری کی فتوحات کو دیکھو۔

سکندر مقدونیہ سے اٹھتا ایران کو تباہ کرتا، مصر کو خاک میں لاتا، بابل کا خاتمہ کرتا ہوا رکا دو دریا پر سے گذرتا ہوا ایشیائے کوچک تک جا پہنچتا ہے۔

تیمور کو دیکھو کہ تاتار سے امنڈتا، ترکستان پر قبضہ جماتا، تخت کابل پر جلوہ آراء ہو کر، ہندوستان میں نقارہ شاہی بجاتا، بغداد کو زیروز برکر کے سلطان یلدرم کو انگورہ میں اسیر کرتا پھر روس کو مسخر کرتا ہوا تاتار میں جا پہنچتا ہے۔ چین اسی کے عزم سے لرزہ براندام ہے اور منگولیا و ...ریا کی سلطنتیں اس کے سامنے خراج پیش کر رہی ہیں۔

لیکن ان دونوں کے ملکی نظم ونسق کو دیکھو تو بالکل ہیچ صفر کے برابر۔

قرآن پاک کی پیشین گوئی بتلا رہی ہے کہ خلافت ان دو اوصاف عالیہ کی جامع ہو گی۔ اور وہ حکومت کا ایک ایسا نمونہ دنیا میں چھوڑے گی جس کی تقلید کرنے سے آج تک فرانس وامریکہ کی جمہوریت بھی درماندہ وعاجز ہے۔

چہارم: **یعبدوننی** کے لفظ نے خلفاء کے خلوص طلب اور صدق ارادت اور استحکام علم و عمل پر مہر لگا دی۔ مالک کی جانب سے کسی بندہ کی قبولیت کا اظہار وہ انتہائی عزت و فخر ہے جو قرآن مجید میں انبیاء کرام ہی کے لئے خاص تھا۔ یہاں اس شرف میں خلفائے راشدین کو بھی شامل کر دیا گیا۔

پنجم: **لا یشرکون بی** فرمانے سے وصف کی تکمیل ہو گئی۔ اوصاف عالیہ کی تقسیم اثبات سلب پر کی جاتی ہے۔

قل ھو اللہ احد اللہ الصمد وصف مثبت ہے اور **لم یلد و لم یولد و لم یکن لہ** صفت سلبی ہے یہاں بھی نفی شرک نے توحید کا کمال' اعتقاد کا رسوخ' ایمان کی سلامتی' دوام عمل کو بخوبی واضح کر دیا۔

ششم: **شیئا** کے فرما دینے سے شرک جلی کے ساتھ شرک خفی کی بھی نفی ہو گئی۔ ریا و سمعہ کا شائبہ بھی جاتا رہا اور نور صدق وصفا کا کامل ظہور ہو گیا۔

ہفتم: ان علامات کے بعد یہ بھی بتلا دیا کہ خلفاء کی برکتوں کا انکار یا اس پیشینگوئی کا اشتباہ بہت برے انجام تک پہنچا دیتا ہے، اور بارگاہ الٰہی سے اسے لعنتی کا خطاب مل جاتا ہے۔

ناظرین غور کریں کہ جس خلافت کی خبر دی گئی، اور جس کی فتح مندی، نصرت وامن اور دین داری وصداقت گستری کی بابت پیشینگوئی فرمائی گئی۔ خلافت راشدہ میں ٹھیک اسی طرح ہر ایک بات پوری اتری۔ جس کی شہادت نہ صرف مسلمانوں کی تاریخ بلکہ اعداء کی تحریروں اور ممالک غیر کی تواریخ سے بخوبی حاصل ہوتی ہے۔

(ک) ہم کو آیت پر مکرر غور کرنا ہے کہ کیا اس سے موعودہ خلافت کے خلفاء کی تعداد بھ

معلوم ہو سکتی ہے۔؟

میں کہتا ہوں کہ ہاں۔لیستخلفنهم — ارتضی لهم۔وغیرہ الفاظ میں سب جگہ جمع کے صیغے اور جمع کے ضمائر استعمال کیے گئے ہیں۔اور زبان عرب میں جمع کے لئے کم از کم تین کا ہونا ضروری ہے، تین سے زائد تعداد تو اس میں آ سکتی ہے مگر تین سے کم تعداد کے لئے تثنیہ کا صیغہ استعمال ہوگا، جمع کا نہیں، لہٰذا مسلمانوں کا یہ مذہب کہ خلافت راشدہ کے والی ابوبکر، عمر، عثمان وعلی رضی اللہ عنہم چار مقدس ہستیاں ہیں، یا بشمولیت حسن رضی اللہ عنہ پانچ ہیں، بالکل صحیح ثابت ہے بلاغت قرآنی کو دیکھو کہ ان چاروں یا ان پانچوں پر نزول آیت کے وقت امنوا وعملوا کی علامت کامل طور پر منطبق شدہ ہے۔

ہماری اس تمام تر بحث کا مقصد قرآن مجید کی ان پیشین گوئیوں کا ذکر کرنا تھا۔جو خلافت راشدہ کے متعلق ہیں خلافت کا آغاز بعد از ارتحال نبوی ﷺ ہوا۔جب کہ نزول وحی کا باب مسدود ہو چکا تھا۔اب انہی علامات وامارات وبشارات کے مطابق خلافت کا قیام واستحکام اس مالک الانام کا کام ہے، جس نے خود اپنا کلام رسول ﷺ پر اتارا اور جس نے خود اپنے رسول کی امت میں سے خلافت کے لئے چند نفوس مزکی کا انتخاب فرمایا، جس کا ہر ایک قول وفعل کتاب اللہ کا مصدق اور کتاب اللہ ان کی مصدق تھی۔

از کتاب رحمۃ للعالمین (جلد سوم، ص ۲۸۰ تا ۳۴۷)

ہماری دیگر کتابیں

تنظیمُ الدَّعوۃِ اِلی القرآنِ وَالسُّنّۃ

۱/۹۳۹ مسجد الرحمن کوال منڈی راولپنڈی